ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

اپریل 2002ء
محرم/صفر ۱۴۲۳ھ

4

شہید غیرت، مظلوم کربلا، ریحانۃ النبی

سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ

ارشادگرامی سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے!

☆ ابن زیاد...... کے ہاتھ...... پر یزید کی بیعت......؟ تو خدا کی قسم! ایسی بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے!

ہاں!! اگر باعزت طریقے سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے۔

☆ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں، پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کرے گا۔ (البدایہ لابن کثیر ص ۱۷۰، ج ۸)

☆ ...... اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں رکھ دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب ہو...... وہ رائے قائم کرے گا۔ (تاریخ الامم والملوک للطبری ص ۲۳۵ ج ۶)

☆ سیدنا حسینؓ سے پختہ روایت ہے، آپ نے کمانڈر کوفہ عمر بن سعدؓ سے فرمایا! میری تین باتوں میں سے ایک پسند کر لو (۱) یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں (۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے، تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا۔ اور یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہو گا وہی مجھے بھی مل جائے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہو گی وہی مجھے پہنچے گی۔ (شیعوں کی معتبر کتاب...... الشافی مع التلخیص ص ۱۷۱ طبع ایران...... تصنیف السید ابی القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی الاوسط بن السبط الامام سیدنا الحسین بن الامام...... سیدنا علی بن ابی طالب علیہم الرضوان)

☆ اے کاش! یہ شرائط تسلیم ہو جاتیں تو امت کو مظلوم حسینؓ کا روز غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نہ...... یزید ہی کے لیے سب و شتم اور لعن طعن کا دروازہ کھلتا! بہرحال جناب سیدنا حسینؓ کا قول و عمل ہمارے لیے ایک دائمی درس عبرت و غیرت ہے! خدائے پاک ہمیں شہید کربلا کی پیروی نصیب فرمائیں...... آمین......!

نئے اسلامی سال کا پیغام امت مسلمہ کے نام

سانپ کے منہ میں چھپکلی

امت مسلمہ کے وجود کا مسئلہ

مشکل الفاظ کے معانی

شہزادہ عبداللہ کا مجوزہ منصوبہ امن اور فلسطین

گوریلا کارروائیوں کی دینی حیثیت

اخبار الاحرار

محسن احرار، ابن امیر شریعت
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار تحریریں

آٹو گراف

اندر زمیں کے نیچے تڑپتا ہے کوئی دل
کیوں ورنہ روز روز یہ آتے ہیں زلزلے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

۲ر شوال ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۰ر جنوری ۱۹۹۹ء

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ شدید علیل تھے۔ ان کا یہ عکس تحریر انتقال سے تقریباً دس ماہ قبل کا ہے۔ ایک روز حسب معمول احباب کی مجلسِ شعروسخن جاری تھی آپ نے یہ دونوں اشعار سنائے۔ اور فرمایا کہ ''جن دنوں حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ نشتر ہسپتال ملتان میں زیرِ علاج تھے تو میں ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ جب رخصت ہونے لگا تو ''قاضی بھائی جان'' نے آواز دے کر پکارا ''بھرا شعر سنڑ ونج'' (بھائی شعر سنتے جاؤ) اور پھر یہ دونوں اشعار سنائے۔ جو اس وقت ان کے اور آج میرے حسب حال ہیں۔''

حضرت شاہ جیؒ نے یہ دونوں اشعار میری درخواست پر تحریر فرما دیے۔

(سید محمد کفیل بخاری)

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd: M. No.32

جلد ۱۳ | شمارہ ۴ | قیمت ۱۵ روپے

محرم / صفر ۱۴۲۳ھ

اپریل 2002ء

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابن امیر شریعت، خطیب بنی ہاشم، محسن احرار

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک 150 روپے

بیرونِ ملک ۱۵۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ۰ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریک تحفظ ختم نبوۃ ﷺ مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر سید کفیل بخاری — طابع [illegible] — مطبع [illegible] — مقام اشاعت دار بنی ہاشم ملتان

طباعت باہتمام: الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان Ph:061-584604

تشکیل

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
دین ودانش:	نئے اسلامی سال کا پیغام، امت مسلمہ کے نام	سید عطاء المحسن بخاریؒ	۵
//	// شہید غیرت، مظلوم کربلا سیدنا حسین ابن علیؓ	// //	۱۱
افکار:	گوریلا کارروائیوں کی دینی حیثیت	مولانا زاہد الراشدی	۱۴
//	// امت مسلمہ کے وجود کا مسئلہ	مولانا مجاہد الحسینی	۱۸
//	// سانپ کے منہ میں چھپکلی	سید یونس الحسینی	۲۱
//	// ایک خط .... ایک تاثر	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	۲۴
//	// مشکل الفاظ کے معانی	خالد مسعود خان	۲۶
//	// کیچڑ میں اتھڑا ہوا سؤر	محمد عطاء اللہ صدیقی	۲۹
//	// شہزادہ عبداللہ کا مجوزہ منصوبہ امن اور فلسطین	میاں غلام مرتضیٰ	۳۳
نقد ونظر:	موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی (قسط نمبر 4)	مولانا محمد مغیرہ	۳۷
ردّ قادیانیت:	اکابر اسلام اور قادیانیت (قسط نمبر 2)	پروفیسر خالد شبیر احمد	۴۱
طنز ومزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	عینک فریمی	۴۹
عربی ادب:	تم نے ان لوگوں کا کہا مانا	مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی	۵۰
شاعری:	دھرتی کی بپتا (سید عطاء المحسن بخاریؒ) عقل کی بات	(سیدہ رملہ بخاری)	۵۱
//	// ''ساتھ ساتھ'' (خادم حسین) اقبالؒ سے مکالمہ	(سید ضمیر جعفری)	تا
//	// اے رہنمایانِ وطن	سید کاشف گیلانی	۵۵
اخبار الاحرار:	رہنمایانِ احرار کی تنظیمی وتبلیغی سرگرمیاں	(ادارہ)	۵۶
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	(ادارہ)	۶۱
ترحیم	مسافرانِ آخرت	(ادارہ)	۶۳

دل کی بات

....اور بالآخر صدارتی ریفرنڈم

صدر مملکت جنرل مشرف نے بالآخر اپنے دل کی بات کہہ ڈالی۔ ۳۰ مارچ کو اپنے دفتر میں قومی اخبارات کے ایڈیٹروں اور کالم نگاروں سے ملاقات کے دوران اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں، میں کون ہوں؟
اکتوبر کے بعد میری ضرورت ہے بھی یا نہیں؟
مجھے یہی جواب ملتا ہے کہ حقیقی جمہوریت کو مضبوط بنانے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہوگا۔
آئندہ سات روز میں ریفرنڈم کا فیصلہ کرلیں گے۔
سوال یہی ہوگا کہ عوام مجھے پانچ سال صدر چاہتے ہیں یا نہیں؟
اب تک ۹۰ ملاقاتیوں نے ریفرنڈم کی حمایت کی ہے'' (جنگ لاہور ۳۱ مارچ ۲۰۰۲ء)

یہ صدر مملکت کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔ جنرل مشرف یقیناً ریفرنڈم کا ہی فیصلہ کریں گے۔ ہمارے لئے نہ تو یہ خبر حیران کن ہے اور نہ ریفرنڈم کا انعقاد۔ آخر جنرل صاحب کو یہیں پہنچنا تھا۔ ان کے پیش رو جرنیل بھی یہی کچھ کرتے آئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ:

جنرل صاحب نے اقتدار پر قبضہ کے لئے، ایک منتخب حکومت کے خاتمے کے لئے، آئین معطل کرنے کے لئے، سیاسی آزادیاں ختم کرنے کیلئے، امریکا کا اتحادی بن کر اپنے افغان بھائیوں کے قتل میں شرکت کیلئے اور دیگر قومی مسائل میں سے کسی ایک پر ریفرنڈم کرایا؟

ان حالات میں جبکہ۔۔۔۔۔۔ملک کا آئین معطل ہے۔

مقننہ ختم، قانون عنقا، اختیارات لونڈی، عدلیہ محبوس، انتظامیہ مجبور اور سیاسی آزادیاں مفقود ہیں۔ ملک میں عملاً مارشل لاء نافذ ہے معیشت بری طرح تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کا گراف گر گیا ہے۔ قوم کے ہر فرد کا رؤاں رؤاں غیر ملکی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ہمارے ہوائی اڈے اور فضائی حدود امریکیوں کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔

آج پاک سرزمین پر امریکی فوجی اور جاسوسی اداروں کے اہلکار بالکل اسی طرح دندنا رہے ہیں جس طرح

یہاں کبھی برطانوی فوجی چلتے اور ناچتے پھرتے تھے۔

طوق غلامی پاکستانی قوم کے گلے میں فٹ کر دیا گیا ہے۔فحاشی اور عریانی، کلچر ہے اور اس کے فروغ کے لئے تمام حکومتی وسائل وقف وصرف ہیں۔

قادیانیوں، دہریوں، دین دشمنوں سیاسی نٹ کھٹوں، مذہبی بہروپیوں اور ہر ابن الوقت کو آزادی ہے۔ صرف آزادی نہیں، کھلی آزادی بلکہ عریاں آزادی ہے۔ پابندی، جبر، گرفتاری، نظر بندی اور اس قماش کی جتنی بھی ''بندیاں'' ہیں وہ شریف، دین دار، امن پسند اور باشعور شہریوں کے لئے وقف ہیں۔

کہ سنگ وخشت مقید ہیں سگ آزاد

ایسے ماحول میں جنرل صاحب کو صرف اپنی فکر ہے اور ان کے دل کی آواز صرف اور صرف یہ ہے کہ انہیں پانچ سال کے لئے ملک کا صدر مان لیا جائے'' ووٹر ہونا شرط نہیں، ہر پاکستانی مجھے ووٹ دے کر صدر بنا سکتا ہے'' (سبحان اللہ)

ویسے تو مسلم لیگ (ق) تحریکِ انصاف اور عوامی تحریک بھی ان کے دل ہی کی آوازیں ہیں۔عمران خان جناب صدر کے پسندیدہ سیاسی رہنما ہیں۔

ایک ریفرنڈم ضیاء الحق نے کرایا تھا، دوسرا جناب جنرل مشرف کرا رہے ہیں۔

ایک انجام کو وہ پہنچے، دوسرے تک آپ پہنچ رہے ہیں۔ پچپن برس سے وطنِ عزیز حکمرانوں اور سیاست کاروں کی خواہشوں کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔انہی ''مشقوں'' میں ہم آدھا ملک قربان کر چکے ہیں۔

جناب صدر! ریفرنڈم مسائل کا حل نہیں مسائل کا حل صرف اور صرف نفاذِ اسلام ہے۔افسوس یہ ہے کہ آپ نہ صرف اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اسلام کے نفاذ کی مثبت اور پرامن محنت کرنے والوں کو بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔آخر اس کا بھی تو وبال آئے گا۔

ایک فیصلہ ہمارے حکمران کر چکے ہیں، ایک فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے (آمین)

......☆......

محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نئے اسلامی سال کا پیغام...... امت مسلمہ کے نام

قرآن میں ارشاد ہے: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً، وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (پارہ نمبر:۱۰، سورت: توبہ، ۳۶)

''اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان وزمین ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ سو اِن میں اپنے اوپر ظلم مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسے وہ تم سب سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے''۔

اسلام میں دنوں، مہینوں اور سالوں کی حیثیت وہ نہیں جو دیگر اقوام میں تھی یا اب بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف دو عیدوں کو شرعی حیثیت بخشی اور بس! مگر مسلمانوں نے کافرانہ تہذیبوں کے اختلاط اور ان کے سماجی رسم ورواج سے متاثر ہو کر یا مقابلہ وتقابل میں مبتلا ہو کر اسلامی تہواروں کی وہ کثرت پیدا کی کہ دوسری قوموں سے پیچ ہو کر رہ گئے۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے سالِ نو کے آغاز کو ہندومت سے متاثر ہو کر رونے، پیٹنے اور سر میں خاک ڈالنے کی رسمِ بد کے لئے مخصوص کر دیا۔ حالانکہ آغاز خیر و برکت اور مبارک وسعادت سے ہونا چاہیے۔

نئے اسلامی سال کا پیغام یہ ہے کہ اسلام کو ماننے والے اس کی حاکمیت کو بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کرلیں۔ مصلحت وقت، پالیسی اور عقلیت کے پیچھے نہ بھاگیں۔ اسلام اور عقل دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں۔ عقل کی نعمت اس لئے بخشی کہ تمدن پیدا کیا جائے، معاشرہ میں سلامتی کی راہ ہموار کی جائے اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے بغیر سلامتی کا تصور ہی ادھورا ہے۔ سلامتی، اسلام کو تسلیم کرنا ہے۔ اسی سے سلامت روی جنم لیتی ہے۔ انسانیت کا اونچا مقام ومرتبہ یہی ہے کہ عقلِ سلیم اور فہم مستقیم سے اس دارالعمل کو کارگاہِ خیر بنادیا جائے۔

تمدن اور سلامتی معاشرہ میں خیر غالب سے عبارت ہے اور جو عقل خیر کو غالب نہیں کرپاتی، عقل نہیں جہل ہے۔ قرآن کریم میں اسی عقل سلیم کو غور وفکر کی بار بار دعوت دی گئی ہے اور ان مفکرین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اسی کی بنیاد پر پوری کائناتِ انسانی اور اہل ایمان کو دوہری دعوت دی گئی ہے۔ ایک جگہ اہل ایمان کو خصوصی خطاب کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع مت کرو''

(البقرہ، پارہ نمبر:۲، آیت نمبر:۲۰۸)

ایمان والوں کو دوبارہ دامن اسلام میں مکمل آ جانے کی دعوت حکم کی صورت میں دی جارہی ہے۔ایسا کیوں ہے؟عقل وبصیرت والے غور کریں، تفکر کریں تو جواب مل جائے گا کہ ایسا اسلام جوتن آسانیاں بخشے، راحتیں وافر عطا کرے، جس میں کلفتیں آسائشوں میں تبدیل ہو جائیں وہ اسلام تو قبول کرلیا جائے لیکن ایسا اسلام جو نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق سراپا جہدِ زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہو، جس میں وقت، مال وجان اور عزت وآبرو بھی قربان کرنا پڑے، مشکلوں، مصیبتوں اور آفتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا پڑے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح موت کو سرابِ زندگی سے زیادہ لذیذ ماننا پڑے۔ وہ اسلام نہ قبول کیا جائے۔تو یاد رکھیے! یہ اسلام من پسند تو کہلائے گا، خدا پسند نہیں۔اور ایسے مسلمان اسلام کی اپوزیشن سمجھے جائیں گے۔اس لئے کہ اسلام کی عملی تصویر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کر کے بتا دیا کہ اسلام میں پورا داخل ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر ہمارے سامنے لاکھوں صحابہ کی زندگی نہ ہوتی تو اتباع کا مسئلہ یقیناً سوال بن جاتا۔لیکن اب تو موجودہ مسلمان اور ان کا اسلام جو سلامتی سے محروم ہے، سلامت روی سے مہجور ہے، تمدن اور خیر غالب سے دور ہے، خود سوال بن کے رہ گیا ہے۔اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موجودہ مسلمان خوردہ فروش سے لے کر حکمران تک سیاست، مصلحت وقت، وقت کی نزاکت، حالات کا تقاضا، پالیسی، حکمتِ عملی، لبرل ازم، روشن خیالی اور سائنٹیفک اپروچ ایسے خوبصورت الفاظ کی بدصورت تفسیر کا صیدِ زبوں ہے۔اور یہ بربادی ''خطوات الشیطین'' کی اتباع کی بدولت ہے۔

اللہ نے اسلام نازل کیا تو اس کے نفاذ اور اس کی حاکمیت کے قیام کیلئے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بخشا۔یعنی قانون اور طریقۂ نفاذ دونوں عطا فرمائے۔ایسا ہرگز نہیں کہ شریعت تو دے دی مگر اس کے نفاذ کیلئے ہماری سوچ اور اپروچ کو معیار اور سند بنا دیا گیا ہو۔پس ایسے لوگ جو خود کو سند بتاتے اور منواتے ہیں۔اپنی تعبیر کو اللہ کی منشا کہتے ہیں اور اپنی تفسیر کو اللہ کا فیصلہ کہہ کر سناتے اور مخلوق کو بہکاتے ہیں، قرآن نے انہی لوگوں کو کہا ہے۔

لَا یُفْلِحُوْنَ ''وہ کامیاب نہیں ہوں گے''

قرآن ان لوگوں سے یوں بھی مخاطب ہوتا ہے۔

مَالَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو''؟

خدا جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

قرآن کے خطاب کا ایک مفہوم یہ بھی ہے۔

اس بدحالی میں جو قوم یا جماعت فلاح کے لئے غیروں کے دروازے سے خیر کی بھیک مانگتی ہو، بار بار در بدر خاک بسر ہوتی ہو، قرآن انہیں کہتا ہے۔

لَابُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (پارہ نمبر ۱۸، آیت نمبر: ۱۱۷، سورت: المومنون)''

''اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں، سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا''

یعنی دنیا و آخرت کے گھاٹے کے سوا انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اُسے کسی صورت میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے صرف دنیا کی زندگی کیلئے وقف ہو کے رہ جائے۔ صرف دنیا کی زندگی کیلئے جدوجہد تو کافروں اور مشرکوں کا مطمحِ نظر ہے کیوں کہ موت کے بعد کی حیاتِ طیبہ پر ان کا عقیدہ و یقین نہیں ہے اور مسلمان کہلانے والوں کا تو یقین ہی یہ ہے کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' (ارشادِ رسول علیہ السلام) یعنی کاشت دنیا کی زندگی میں کرنی ہے اور کٹائی موت کے بعد کرنا ہے۔ مسلمانوں کی ساری جدوجہد کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے تمام شعبوں میں جُہد لِلبقاء اور ارتقاء، کے نام پر جتنی محاذ آرائی کی جارہی ہے۔ اس محاذ آرائی کا رُخ موڑ دیا جائے اور اس جہد للبقاء اور ارتقاء انسانی کا مرکزی فکر جُہد لِلعُقبیٰ بنا دیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان ایک مرتبہ پھر ترقی، ارتقاء، اکتشافات، اور علم کے زعم میں تنزل، رجعت، گم گشتگی اور جہالت کے لق و دق صحرا اور وادئ فنا میں اتر جانے کیلئے سرپٹ دوڑتا ہے۔ ان حالات میں دعوتِ احرار یہ ہے کہ عام مسلمان جو غفلت و خواہشات کی ابلیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں جھنجوڑ اجگایا اور آزاد کرایا جائے۔ محض دنیا کی جھوٹی تمناؤں میں گھری ہوئی امت کی کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچایا جائے۔ تا کہ اُمت کو دنیاوی سلامتی و اُخروی فلاح و نجات مل سکے۔ دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم مل کر ایک مضبوط طریقہ کار سے اپنے آپ کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی روشن راہ پر ڈالیں کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر منزل مراد حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک لفظوں میں بزبان حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرمایا۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پارہ نمبر: ۸، آیت نمبر: ۱۵۳، سورت: الانعام)

''تحقیق بے شک و شبہ یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے (صراطِ مستقیم ہے) تم اسی راہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو (دیگر نظام زندگی مت اپناؤ) پس وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جُدا کردیں گے۔ اسی کی تاکید ہے تمہیں، تا کہ تم دوسرے راستوں سے بچو''۔

اس راستے کے تمام راہ نوردوں کو یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اس راستے پر چلتے ہوئے قربانی وایثار کی بلند صفتیں اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہیں کیونکہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی دیگر صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ ایثار و قربانی ان کی بنیادی خصوصیت اور صفت قرار دی گئی ہے۔

یُؤْثِرُوْنَ عَلٰیٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پارہ نمبر: ۲۸، آیت نمبر: ۹، سورت: الحشر)

''وہ اپنی جانوں کا ایثار کرتے ہیں، اگرچہ خود فاقہ سے ہوں''۔

ہم نے جب اس راستہ پر چلنے کا قصد کیا ہے اور منزل تک پہنچنے کا عزم کیا ہے تو پھر ہمیں بھی ایثار کرنا ہے، کس چیز کا ایثار؟

وقت ، مال اور جان کا ایثار

ہمت ، توانائی اور عزم کا ایثار

ذہانت ، دیانت اور شعور کا ایثار

غرضیکہ وہ تمام توانائیاں جو انسانی معاشرہ کے باطنی حسن و جمال کو اجاگر کریں اور سماج کے ظاہری نظام کو رعنائیاں بخشیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں۔ اس راہ میں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے قربان کر دی جائیں۔ کیونکہ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کا کام ایسا خوبصورت، حسین و جمیل، پرکشش، سُہانا اور من بھاونا ہے کہ اس پر عزت و ناموس نثار کر دی جائے تو یہ سودا سستا ہے، مہنگا نہیں۔

اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پارہ نمبر: ۱۱ آیت نمبر: ۱۱۱ سورت: التوبہ)

''ترجمہ: بے شک اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔''

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جا و بے جا اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں بلکہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے نتائج پر غور و فکر کر کے پھر عملی قدم اُٹھایا جائے تاکہ عاقبت میں بے تدبیری کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے بہ قول حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ

زمینِ شور سنبل بر نیارد

درو تخم عمل ضائع مگر داں

شور، کلر اور سیم زدہ زمین پھول نہیں اُگاتی، اس میں عمل کا بیج ڈال ڈال کے بیج برباد نہ کر۔

اور حضور رحمت اللعالمین ﷺ کو اللہ پاک نے فرمایا: لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (پارہ نمبر: ۱۹، آیت نمبر: ۳، سورت الشعراء)

''شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں رنج رنج کرتے جان دے دیں گے''۔

یعنی ان کی پرواہ اور فکر چھوڑیں، آپ کے ذمہ صرف بلاغ و ابلاغ ہے۔ اس راہ کی مشکل گھاٹی بھی یہی ہے کہ صراط مستقیم پر امت کو لاتے لاتے آدمی تھک جاتا ہے اور حالت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ چہرہ پژمردہ، اعصاب شکستہ، دل گرفتہ، تھکا تھکا سا، اندر سے ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا آدمی کھویا کھویا سا نظر آتا ہے مگر اس کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اور کسی کو منوانا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ پکارنا، بلانا، صدا لگانا ہمارے ذمہ ہے اور بس، دلوں کی دنیا بدلنے والا صرف اللہ ہے اور وہی ہے جو خزاں کو بہار میں بدلتا ہے۔ پس اپنی ظاہری محنت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر ہدایت کی بھیک مانگنا یہ بھی فرض ہے۔ گویا ہدایت عامہ کیلئے اجتماعی دعا و درخواست انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا شیوہ ہے۔ ظاہری وسائل کی فراوانی اس وقت تک ہدایت پیدا نہیں کرتی جب تک آہِ نیم شبی اور دعاء سحرگاہی کا آمیزہ ان وسائل کی روح نہ بن جائے اور یہی وہ دعوت ہے جو رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

پھر ہماری دعوت تو رہبانیت سے پاک ہے، ہم تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا رخ موڑنا چاہتے ہیں مگر ایسے کہ آدمی نہ تو دنیا اور اس کی لذتوں کا بھکاری بن کر رہ جائے اور نہ ہی لبادۂ مکر اوڑھ کر لوگوں کی آرزوؤں کا قتل کیا جائے اور نہ ہی کارکنوں کو معاشی مصیبتوں میں گرفتار کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیارِ حق حیات طیبہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعوت عام کرنی ہے۔

ہماری تمام گزارشات آپ نے پڑھ لیں، ان پر دل کی گہرائی میں ڈوب کر غور و فکر کریں، پھر قلزمِ دل سے اٹھنے والی صدائے لاہوتی پر لبیک کہتے ہوئے ایک جذبۂ صادقہ سے مرصع ہو کر آئیں اور ہمیں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں تاکہ ہم آپ کی رفاقت میں اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے حوادث کا رخ موڑیں۔ ثقافت کے طوفان کو روکیں، عداوتوں کا منہ توڑیں اور بغاوتوں کے عفریت کو موت کی وادی میں دھکیل دیں۔ آپ کی رفاقت ہماری حوصلہ افزائی کرے گی، دل بڑھائے گی اور ان شاء اللہ دین کے ارتقائی عمل کو جاری و ساری رکھنے کا موجب ہوگی، پھر ہم بھرپور قوت سے منزلِ مراد پاکے رہیں گے۔ اور...... اگر...... خدانخواستہ...... ہم اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے، اپنے جانکاہ عمل کا نتیجہ نہ پا سکے اور صراطِ مستقیم پر اپنی طاقت کے مطابق چل کر بھی دنیا میں منزل مقصود حاصل نہ کر سکے تو یقین کیجئے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں جو حیات طیبہ کہلاتی ہے۔ مجھ سے یا آپ سے ہرگز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم کتنے کامیاب ہوئے؟ تمہاری محنت کا حاصل کیا نکلا؟ تمہاری بے پناہ جدوجہد کا انجام کیا ہوا؟ بلکہ پوچھا جائے گا تو صرف یہ کہ تمہیں جس قدر نعمتیں اور جتنی توانائیاں بخشی گئی تھیں۔ تم نے میری مخلوق کی دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے کس قدر صرف کیں؟...... کہاں کہاں یہ قوتیں استعمال کیں، کن مقاصد کو تم نے فکر و شعور کا مرکز بنایا، بینائی و توانائی، دولت و طاقت، جانِ نازک اور عزت و آبرو غرض تم نے کہاں پر ساری قوتیں کھپا دیں۔ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کیلئے یہ سب کچھ اگر کھپا دیا اور لگا دیا تو قبر و حشر میں ان شاء اللہ جواب دے سکیں

گے کہ اے اللہ! ہم عاجزوں نے آپ کی بخشی ہوئی تمام نعمتیں، قوتیں اور تمام توانائیاں آپ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے بے دریغ لٹا دیں کیونکہ آپ کے نبی گرامی خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد روح کی گہرائی میں رچ بس گیا تھا۔

اَلخلق کلهم عیال الله فاحسَن الخلق الی الله احسنُهم خلقاً اِلَیهم

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ پس مخلوق میں سے اللہ کو وہ بھاتا ہے۔ جو مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے''۔

اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ مالی طور پر ناداروں پر مال نثار کیا جائے اور دینی طور پر ناداروں محتاجوں اور بے کسوں پر اپنی ظاہری و باطنی توانائیاں نثار کر کے انہیں شیطان کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

الیس منکم رجل رشید ''کوئی ہے جو بڑھ کے امت کی آبرو بچالے''

کامیابی، اصلاحِ انقلاب اور فلاح کی ایک ہی صحیح راہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے اور ایک ہی صورت ہے جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بتا دیا، وہی حق ہے اور وہی آفاقی سچ ہے۔

لَا یُصْلِحُ آخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَتْ اَوَّلُهَا

''اس امت کے آخر کی اصلاح و فلاح اسی طریقہ سے ہوگی، جس سے اوّل کی اصلاح ہوئی''۔ (الحدیث)

جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر ملکی سلامتی کیلئے، قوم کی سلامت روی کے لئے، خیر غالب اور شر مغلوب کرنے کیلئے نئے سال کا نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر اٹھیں۔ اس بھولے ہوئے سبق کو پھر پڑھیں اور تازہ کر کے عہد کریں اور تجدید میثاق کریں۔

ہے سربسر تباہی انسان کی حکومت — قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت
سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے بس وہی باقی بتان آذری

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے'' (پارہ نمبر:۱۳، سورت: یوسف، آیت نمبر:۴۰)

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ''سن لو، اُسی (اللہ) کا کام ہی پیدا کرنا اور حکم فرمانا'' (پارہ:۸، آیت:۵۴، سورت: الاعراف)

فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ ''اب وہی حکم سب سے بڑا ہے جو اللہ کرے'' (پارہ نمبر:۲۴، آیت نمبر:۱۲، سورت: مومن)

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ

''اور جو کچھ اللہ نے اتارا، اس کا حکم نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں'' (پارہ نمبر:۶، آیت نمبر:۴۴، سورت: المائدۃ)

محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شہیدِ غیرت، مظلومِ کربلا، ریحانۃ النبی
سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما

جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم......... دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلام الٰہی اور عمل منتہائے ربّی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہ کی جماعت گراں مایہ میں فکر ونظر اور شعور واحساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لئے ہدایت اور حُریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نور نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ ورضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اُسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ.......! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، بہادر، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرا ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ الوہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا...... یا اللہ! جو حسین سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسین سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول ﷺ حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام ومرتبہ اور اجلال واکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز ومحور ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت منافقین عجم کے سازشی فکر وفلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روح عمل سمجھ میں آجاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت

ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہ کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کردیا جوان کے نانا ﷺ کے دین کے درپے آزار ہوکر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق کی گہری سازشیں شروع کردی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہوکر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیا میٹ ہوجانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دونمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ ھ میں جب امیرالمؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ آدمیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حسین! تجھ کو مبارک ہو! معاویہ مرگیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے ۔کوفیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ،میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آئیے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی، پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کردیا گیا ہے۔ تو آپ نے مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیادہ اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہوجائے گی اور مفاہمت ہوجائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں مرقوم و مرتسم ہیں۔ کچھ یوں ہیں۔ ''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کرلو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے

راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرلے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی (''الشافی'' ص ۱۷)

ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی تحقیق کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

جو لوگ آج حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تحجر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداءِ رسولؐ و اعداءِ اصحاب رسولؐ کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاءِ ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

''بندگیٔ بوتراب'' کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لئے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگیٔ طاقت و دولت، آئین ہائے کہنہ و نو کے متن واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لئے سازگاری ہی سازی گاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل گاہِ آلِ رسول بنا دی گئی۔ سبطِ رسول شہید کر دیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہ و راسوہ و آثار اصحابِ رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہوگئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم) کا نام بھی تا ابد تابندہ رہے گا۔

مولانا زاہد الراشدی

گوریلا کارروائیوں کی دینی حیثیت

جہاد کے حوالے سے گزشتہ مضمون میں اس اشکال پر کچھ گزارشات پیش کی تھیں کہ قرآن کریم نے سورۃ الانفال کی آیت ٦٦ میں کفار کے مقابلے کیلئے جب افرادی قوت میں ایک اور دو کا تناسب بیان کیا ہے تو دوگنا سے زیادہ قوت کے خلاف میدان جہاد میں اترنا قرآن کریم کی رو سے کیسے جائز قرار پائے گا؟ اس کی وضاحت میں عرض کیا تھا کہ یہ تناسب جہاد کے جواز اور آغاز کی شرط کے طور پر بیان نہیں ہوا، بلکہ میدان جہاد سے پیچھے ہٹنے کیلئے آخری حد تک کے طور پر مذکور رہا ہے، ورنہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد متعدد ایسے معرکوں کی قیادت کی، جن میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی افرادی قوت کا تناسب دس گنا تک بھی رہا ہے۔ اس پس منظر میں ایک اور پہلو پر آج کچھ معروضات پیش کی جا رہی ہیں، وہ یہ کہ چھاپہ مار دستوں کی کارروائیاں اور گوریلا جنگیں شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ اور کیا جناب نبی اکرم ﷺ کے اسوہ میں اس حوالے سے کوئی رہنمائی ملتی ہے؟ کیونکہ آج دنیا میں دہشت گردی کے خلاف امریکی اتحاد کی عالمی مہم میں سے زیادہ ہدف وہی گروپ ہیں جو چھوٹے چھوٹے گروپوں کی صورت میں منظم ملکوں کے خلاف چھاپہ مار اور گوریلا کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ ایسے گروپوں کو امریکہ کی طرف سے ''دہشت گرد'' قرار دے کر ان کی جو فہرست شائع کی گئی ہے، ان میں بیشتر گروپ مسلمانوں کے ہیں، جو اسلام کے نام پر اور جہاد کے عنوان سے یہ کارروائیاں کر رہے ہیں اور ان کی کارروائیوں کا نشانہ ان کی مخالف اور محارب قوتوں کے علاوہ بعض اوقات غیر متعلقہ لوگ اور پرامن شہری بھی بن جاتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور تعلیمات و ارشادات پر ایک نظر ڈالی جائے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے اسوۂ مبارکہ میں اس بارے میں کیا رہنمائی ملتی ہے؟ جناب نبی اکرم ﷺ کے دور میں اس طرح کی چند چھاپہ مار کارروائیاں تاریخ کے ریکارڈ میں موجود ہیں، جن میں سے تین چار کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ میں کعب بن اشرف نامی ایک یہودی سردار تھا، جو جناب نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا رہتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک روز اس کی حرکتوں پر بے زاری کا اظہار فرمایا تو انصار مدینہ کے ایک نوجوان صحابیؓ حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ نے اشارہ پا کر کعب بن اشرف کا کام تمام کرنے کا فیصلہ کیا اور بخاری شریف کی روایت کے مطابق دو تین ساتھیوں کے ہمراہ ایک چال کی صورت میں اسے اعتماد میں لینے کے بعد اسی کے قلعہ میں اس کا

کام تمام کر دیا، جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

خیبر میں ابورافع نامی ایک یہودی تاجر بھی اسی قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہتا تھا، اسے ٹھکانے لگانے کا کام انصار مدینہ کے ایک اور نوجوان عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ذمہ لیا اور چند ساتھیوں کے ہمراہ اس کے قلعہ تک جا پہنچے۔ عبداللہ بن عتیکؓ نے ساتھیوں کو قلعہ سے باہر محفوظ جگہ پر بٹھا کر خود قلعہ میں داخل ہونے کا حیلہ کیا اور رات کی تاریکی میں کسی نہ کسی طرح ابورافع کے بالا خانے تک پہنچ کر اکیلے ہی اس کا کام تمام کر دیا، لیکن واپسی پر بالا خانے کی سیڑھی سے اترتے ہوئے عبداللہ بن عتیکؓ گر پڑے، جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس پہنچنے پر جب اپنی کارگزاری کی رپورٹ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ دکھائی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کی ٹانگ پر دست شفقت پھیرا۔ عبداللہ بن عتیکؓ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پھیرتے ہی وہ ٹانگ ایسے ٹھیک ہوئی، جیسے اس میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔

یمن کا علاقہ جناب نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تھا اور نبی اکرم ﷺ نے یمن کے مختلف علاقوں میں اپنے اعمال بھیج دیئے تھے، جن میں حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری جیسے معروف صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے، جبکہ صنعاء پر جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے شہر بن باذانؓ گورنر تھے، مگر نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار اسود عنسی نے نبوت کا اعلان کر کے بڑی تیزی سے یمنی قبائل کو اپنے گرد اکٹھا کیا اور شہر بن باذانؓ کو شہید کر کے صنعاء پر قبضہ کر لیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے دیگر عمال کو بھی یمن چھوڑنا پڑا۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام کی بات ہے۔ اس پر حضرت فیروز نے ایک جتھہ بنا کر چھاپہ مار کارروائی کی اور رات کی تاریکی میں شب خون مار کر اسود عنسی کو قتل کر دیا، جس سے یمن پر مسلمانوں کا قبضہ دوبارہ بحال ہو گیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس کارروائی کی خبر جناب نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے بیماری کے دوران ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو یہ کہہ کر خوش خبری سنائی کہ فیروزؓ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔

یہ تین کارروائیاں وہ ہیں جو گوریلا کارروائیوں کے ضمن میں آتی ہیں، ان میں خود جناب نبی اکرم ﷺ کی منشا اور اشارہ شامل تھا اور جناب نبی اکرم ﷺ کی مرضی سے ان کارروائیوں کی منصوبہ بندی کی گئی، لیکن ایک کارروائی ایسی بھی ہے، جو بظاہر جناب نبی اکرم ﷺ کی منشا کے خلاف تھی، مگر نبی اکرم ﷺ نے اس کی حوصلہ شکنی کرنے کی بجائے اس کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی۔ بلکہ اس کارروائی کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نتائج وثمرات کو قبول فرمایا۔

حدیبیہ کی صلح میں قریشِ مکہ کی طرف سے یہ شرط لگائی گئی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کا کوئی ساتھی آپ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ آئے گا تو مکہ والے اسے واپس کرنے کے پابند نہیں ہوں گے، مگر مکہ مکرمہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ جائے

گا تو نبی اکرم ﷺ اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس شرط پر صحابہ کرامؓ نے عموماً اور حضرت عمرؓ نے بطور خاص اضطراب کا اظہار بھی کیا تھا حتیٰ کہ یہ شرط ضبط تحریر میں آنے کے بعد حضرت ابو جندلؓ پابہ زنجیر حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے، جنہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا اور وہ کسی نہ کسی طرح زنجیر توڑ کر حدیبیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے تو قریش کے نمائندوں نے ان کی واپسی کا مطالبہ کر دیا اور صحابہ کرامؓ کے تمام تر اضطراب اور بے چینی کے باوجود جناب نبی اکرم ﷺ نے انہیں اسی حالت میں واپس کر دیا۔ اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ معاہدہ مکمل کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو مکہ مکرمہ سے ابو بصیرؓ نامی ایک اور نوجوان بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور ان کے پیچھے قریش کے دو نمائندے ان کی واپسی کا مطالبہ لے کر آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے معاہدہ کے مطابق حضرت ابو بصیر کو قریش کے ان دو نمائندوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ واپس بھجوا دیا، مگر ابو بصیر نے واپس جاتے ہوئے راستہ میں ان میں سے ایک شخص کی تلوار پر کسی طرح قبضہ کر کے اسے قتل کر دیا جبکہ دوسرا بھاگ گیا، اس کے بعد ابو بصیر مدینہ منورہ آ گئے اور وہ بھاگا ہوا شخص بھی مدینہ منورہ پہنچ گیا، جس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں واقعہ بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ابو بصیر سے اس حرکت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ''یا رسول اللہ! آپ تو مجھے ان کے حوالے کر کے اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو چکے ہیں، اب یہ میری کارروائی ہے، جس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی''۔

رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ''یہ شخص لڑائی کی آگ بھڑکائے گا''۔ ابو بصیرؓ نے جب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اس کے اس عمل کو قبول نہیں فرما رہے اور شاید پھر اپنے زیادہ سخت پہرے میں مکہ مکرمہ واپس بھجوا دیں گے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے اور مکہ مکرمہ سے شام کی طرف جانے والے تجارتی راستے میں ایک جگہ سمندر کے کنارے ڈیرہ بنا لیا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ابو جندلؓ کو ان کا پتہ چلا تو وہ بھی کسی طرح وہاں پہنچ گئے اور اس کے بعد یہ رجحان عام ہو گیا کہ مکہ مکرمہ اور ارد گرد کا جو شخص بھی مسلمان ہوتا، وہ مدینہ منورہ جانے کی بجائے ابو بصیرؓ کے اس جتھے میں شامل ہو جاتا۔

پانچویں صدی ہجری کے معروف محدث حافظ ابن عبد البصیر نے الاستیعاب میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ رفتہ رفتہ اس جتھے کی تعداد تین سو سے تجاوز کر گئی اور اس کا معمول یہ بن گیا کہ قریش یا اس کے حلیف قبائل کو جو قافلہ بھی اس راستہ سے گزرتا، اسے لوٹ لیتے اور اس کا راستہ روکتے حتیٰ کہ شام کے ساتھ قریش کی تجارت مکمل طور پر بند ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس پر قریش مکہ کا ایک وفد جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ ابو بصیر کو ان کی کارروائیوں سے منع کر کے اپنے پاس بلا لیجئے، ہم وہ شرط واپس لینے کے لئے تیار ہیں، جس کے تحت آپ مکہ مکرمہ سے آنے والے مسلمانوں کو واپس بھجوانے کے پابند ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات قبول فرمائی، جس سے وہ شرط معاہدے سے نکال دی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بصیرؓ کو خط لکھا کہ وہ اور ابو جندل مدینہ منورہ آ جائیں اور ان کے باقی ساتھی اپنے اپنے قبیلوں میں واپس چلے جائیں، لیکن جب یہ نامۂ مبارک حضرت ابو بصیرؓ کے

کوریلا کیمپ'' میں پہنچا، حضرت ابوبصیرؓ حالت نزع میں تھے، چنانچہ حضرت ابوجندلؓ ان کو یہ خط مبارک سنا ہی رہے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا، جبکہ ابوجندل اس کے بعد مدینہ منورہ آ گئے اور کیمپ کے باقی مجاہدین جناب نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق اپنے اپنے قبیلوں میں واپس چلے گئے۔

حضرت ابوبصیرؓ، حضرت ابوجندلؓ اور ان کے سینکڑوں ساتھیوں کی یہ کارروائی واضح طور پر گوریلا کارروائی تھی جو آج کی نئی اصطلاح میں وہشت گردی ہی کہلائے گی، لیکن جناب نبی اکرم ﷺ نے اس چھاپہ مار ایکشن کے نتائج کو قبول کیا، وہ اسی گوریلا جنگ کے دباؤ کے تحت قریش مکہ کے ساتھ ہونے والے معاہدے پر نظر ثانی ہوئی اور اس کی یک طرفہ شق کو منسوخ کیا گیا بلکہ اس کارروائی کے خاتمہ کے بعد ''گوریلا کیمپ'' کے جو افراد واپس آئے، جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے خلاف کسی قسم کا ایکشن نہیں لیا اور انہیں ایک عام اور شریف شہری کے طور پر قبول کرلیا گیا۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی گوریلا کارروائیوں کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور تعلیمات کیا ہیں اور یہ کارروائیاں تو ہر دور میں مظلوم قوموں کا شعار رہی ہیں۔ خود امریکہ کی اپنی جنگ آزادی سے لے کر چین کے انقلاب اور ویت نام کی جنگ آزادی تک اگر اس قسم کی گوریلا کارروائیوں اور چھاپہ مار حملوں کو درمیان سے نکال دیا جائے تو حریت، آزادی، خودمختاری اور حقوق کے نام پر لڑی جانے والی اس قسم کی بیسیوں بلکہ سینکڑوں جنگ ہائے آزادی کے دامن میں اور باقی رہ بھی کیا جاتا ہے؟

حادثہ کربلا

حادثۂ کربلا پر میں نے بیس برس مطالعہ کیا اور تاریخ کی تمام کتابیں کھنگال ڈالیں۔ دوران مطالعہ میری زبان اس موضوع پر بند رہی۔ جب مجھے شرح صدر ہوا تو پھر بولا ہوں، میں نے قرآن وسنت اور اجماع امت، یعنی اجماعِ صحابہؓ کی بنیاد پر ایک مؤقف اختیار کیا ہے۔ میں اسے حق سمجھ کر بیان کرتا ہوں۔ اب ماں نے کوئی بیٹا ایسا نہیں جنا جو مجھے چپ کراسکے۔ ہاں! کوئی شخص اگر آج بھی مجھے اجماعِ امت کی دلیل کی بنیاد پر قائل کرلے تو میں اپنے مؤقف سے رجوع کرلوں گا۔ (اقتباسِ خطاب: جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۱۹۸۰ء)

(جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا مجاہد الحسینی

اُمت مسلمہ کے وجود کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ماضی میں عروج اور ترقی کی نعمت سے خوب نوازا ہے۔فرزندانِ اسلام نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جومحیر العقول اور حیران کن کارنامے انجام دیئے ہیں ان سے تاریخ کے صفحات تابدار موتیوں کی مانند درخشاں اور تابندہ ہیں۔اسی کی ترجمانی میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اے سرزمینِ اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
گزرا تھا اس چمن سے جب کارواں ہمارا

ہسپانیہ میں جن دنوں امت مسلمہ کی قسمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا،اس کے کوچہ و بازار قمقموں سے جگمگا رہے تھے۔آج کے ترقی یافتہ فرنگی کی قسمت سو رہی تھی اور اس کے درودیوار گھٹا ٹوپ تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔مسلمانوں کی علمی اور فنی ترقی،ان کی ایجادات اور تخلیقی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے جس کے مطالعے سے ہر قاری انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔یہ قدرت کاملہ کا فطری نظام ہے۔

"لِکُلِّ کمالٍ زَوَالٌ" کہ ہر کمال وعروج کو زوال کا مزا بھی چکھنا پڑتا ہے۔اقوام عالم کی تاریخ کے اوراق ملاحظہ کر لیجئے،یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ دنیا کی وہ بڑی بڑی قومیں جن کی سطوت وشوکت کا ڈنکا بجتا تھا،جن کی ترقی وخوشحالی کی تیز روشنی سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں اور آفتاب درخشاں کے طلوع وغروب کی حدود ان کی سلطنت سے وابستہ تھیں،ان کے دور میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ درختوں کے پتے بھی ان کے حکم سے ہلتے ہیں۔آج ان کا پتا بھی نہیں ملتا جو کل بام عروج پر فروکش تھے،آج فرش خاکی پر اوندھے منہ پڑے ہیں۔کون ہے جو انقلاب وتغیر کی زد میں نہیں آیا۔انہی لہروں کی لپیٹ میں آج امت مسلمہ آ گئی ہے اور المیہ یہ کہ اس سے باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے سے بھی قاصر نظر آتی ہے۔اس کے اسباب ومحرکات میں امت کی بے حسی،بے اتفاقی اور اللہ کے عطا کردہ اسباب ورسائل کا غلط استعمال ہے۔ورنہ مادی اسباب وذرائع کی مسلمانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔انہی کے تیل اور معدنیات کی بے پایاں دولت سے غیر مسلموں کے بنک بھرے پڑے ہیں اور انہی کی دولت سے وہ جدید ترین اسلحہ اور اس کے استعمال کے ذرائع تیار کر کے امت مسلمہ کو نہ صرف ذلیل وخوار کرنے پر کمربستہ ہیں،بلکہ غیر مسلم اقوام "متحدہ محاذ" کی صورت میں امت مسلمہ کا وجود ختم کرنے کے درپے ہیں۔

بساط عالم پر نگاہ ڈالیے تو ہر مقام پر مسلمان کا وجود ہی غیر مسلموں کے لئے نا قابل برداشت ہے۔ آدھی صدی سے زائد عرصہ سے فلسطینی مسلمانوں پر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی آبادیاں بھاری مشینری سے زمیں بوس کی جا رہی ہیں، چُن چُن کر مسلم مرد، عورتیں اور بچے خاک وخون میں تڑپائے جا رہے ہیں۔ کوسوا، بوسنیا اور چیچنیا میں مسلمانوں کے سرسبز وشاداب اور نہایت خوبصورت علاقے ویرانے بنا دیئے گئے ہیں، مسجدیں شہید اور عفت مآب خواتین کی اجتماعی آبروریزی کے واقعات اخبارات میں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کشمیری فرزندانِ اسلام گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے ہیں اور سرزمین بھارت میں بابری مسجد کے انہدام کے بعد احمد آباد میں مسلمانوں کی آبادیاں نذرِ آتش اور مسلم خاندان دہکتی آگ میں زندہ جلا کر بھسم کئے جا رہے ہیں۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ جبکہ پاکستان میں اقلیتوں کی کبھی نکسیر تک نہیں پھوٹنے دی گئی، مگر چند فرنگی گماشتوں کی غلط بیان اور گمراہ کن پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دینے کے اقدامات کئے جا رہے تھے۔ آخر یہ بھارت کے معاملے میں چشم پوشی اور نرم رویہ کیوں ہے؟

ایسے ہی لرزہ خیز اور ہولناک واقعات سے اخبارات کے دامن بھرے پڑے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب دنیا میں امت مسلمہ پر امریکیت اور سربیت کے کوہِ ستم نہ ڈھائے جاتے ہوں۔ غرض یہ کہ مسلمان کا وجود نیست ونابود کرنے کیلئے تمام غیر مسلم اقوام عالم متحد ومتفق کارزار میں کود پڑی ہیں۔ دنیا کا جو مسلمان ملک ذرا ترقی کی راہ پر گامزن ہونے لگتا ہے اور ذرا سربلندی کی جانب مائل ہوتا ہے اس کی گردن دبوچ لی جاتی ہے اور بقول فیض ؎

''چلی ہے رسم وفا کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے''

مسلمان ملک ایک پٹاخہ بھی بنا لے تو کفریہ طاقتیں ہنگامہ کھڑا کر دیتی ہیں کہ انسانوں کیلئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور خود مہلک ترین اور انسان سمیت ہر قسم کے حیاتیات کش اسلحے کے ڈھیر لگا رہے ہیں جس کے بل بوتے پر ہر مسلم ملک کو خوفزدہ اور بعض پر بمباری کر کے صفحۂ ہستی سے ملیا میٹ کر رہی ہیں۔ ویسے تو ان بڑی طاقتوں کی سلامتی کونسلیں بھی قائم ہیں اور تحفظ حقوق انسانی کے نام سے اداروں کا وجود بھی ہے، مگر مسلمانوں اور امت مسلمہ کے تحفظ کے لئے ہرگز نہیں ہیں۔ ان کے ان نام نہاد اداروں اور ان کی خوش کن تنظیموں کا حال یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے یا ان پر ظلم وبربریت کی بجلیاں کوندتی ہیں تو مظلوم کی فریاد پر اقوام متحدہ، سلامتی کونسلوں اور عالمی تحفظ حقوق انسانی کے ادارے دکھائی دیتے ہیں لیکن یہ صرف ''نشستند وگفتند وبرخاستند'' تک محدود ہوتے ہیں۔ یہ ادارے اور یہ عالمی تنظیمیں ''غور وخوض اور مذاکرات'' میں وقت ضائع کر کے ظالم کیلئے مزید جبر وجور کا موقع اور وقت فراہم کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔

فلسطین، بوسنیا، کوسوو، مقدونیہ، چیچنیا، کشمیر اور ہندوستان میں امت مسلمہ کا وجود جس سفاکی کے ساتھ نیست و نابود کیا جارہا ہے، یہ عالمی تنظیمیں اس لئے حرکت میں نہیں آئیں کہ ان کا مقصود مسلمان کا تحفظ ہے بلکہ وہ صف عیسائیوں اور یہودیوں کے وجود اوران کے مفادات کے تحفظ کی خاطر معرض وجود میں لائی گئی ہیں، حتیٰ کہ معاشی استحکام اور اپنے معاشی مفادات کے تحفظ کیلئے یورپی ممالک نے اپنی الگ منڈی قائم کرلی ہے اور اپنا جداگانہ سکہ رائج کرلیا ہے۔

اس کے مقابلے میں اوران ناگفتہ بہ حالات میں امت مسلمہ کے افراد خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ اسی امت مسلمہ کے سرمائے اور اس کے معدنی وسائل و ذرائع کے ساتھ غیر مسلم طاقتیں بمبار طیارے، مہلک ہتھیار اور قیامت خیز میزائل تیار کررہی ہیں اور مسلمان پتنگ بازی اور کرکٹ جیسے بے مقصد کھیلوں میں منہمک ہوکر اپنی طاقت اور صلاحیت ضائع کررہے ہیں، مسلم نوجوانوں کو مخرب الاخلاق لٹریچر اور اخلاق سوز ٹی وی پروگراموں کے ذریعے برباد کیا جارہا ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں کرکٹ اور پتنگ بازی کے کھیل نہیں ہیں، جرمن جیسا ملک کرکٹ سے کیوں محروم ہے؟ درحقیقت دنیا کی یہ قومیں زندگی کے تمام دائروں میں ترقی وخوش حالی کو فروغ دینے پر کمر بستہ نظر آتی ہیں۔ان کے ہاں ''وقت'' ایک قیمتی سرمایہ ہے، ہرشخص کی مفید ''صلاحیت'' انکی اصل دولت ہے وہ اپنی قوم کے لئے ایسا کبھی بھی برداشت نہیں کرتیں جو بے مقصد ہو، وقت اور سرمائے کے ضیاع کا موجب ہو اور کئی کئی روز کھیل کے بعد نتیجہ برآمد نہ ہوتا ہو، حیات افزا اور طاقت آفریں کھیل ان کا محبوب مشغلہ ہے، میرا مقصد کھیل کود اور تفریح کے لمحات کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس جانب توجہ دلانا مطلوب ہے کہ امت مسلمہ اپنے وجود کے تحفظ وبقاء کے سلسلے میں کیا اقدام کررہی ہے؟ اس کے دینی وسیاسی رہنما عصر حاضر کے درپیش مسائل کا کیا حل تلاش کررہے ہیں اور اجتماعی سوچ اور منصوبہ بندی کیا ہے؟ جسے بروئے کار لاکر آج دنیا میں امت مسلمہ کا وجود باقی رکھا جاسکتا ہے اور غیروں کی ذہنی اور مادی غلامی سے چھٹکارا اور نجات مل سکتی ہے؟ کیا مسلم سلامتی کونسل اور اسلامی منڈی معرض وجود میں نہیں آسکتی؟

آج کی مجلس اور اس اشاعت میں امت مسلمہ کو صرف دعوت فکر دی گئی ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ فرزندان اسلام اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے سلسلے میں کیا لائحہ عمل اختیار کرتے ہیں اور خواب غفلت سے بیدار ہوکر افراد امت کب اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے اسی کی دعوت دی تھی ؎

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

سید یونس الحسنی

سانپ کے منہ میں چھپکلی

گردیز کی جنگ میں چار ہیلی کاپٹروں کی تباہی اور ڈیڑھ سو کے قریب فوجیوں کی ہلاکت نے ''سپر پاور'' امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ گزشتہ سال اکتوبر میں شروع ہونے والی اس لڑائی میں امریکی فوجیوں کا یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ بین الاقوامی میڈیا کیلئے بھی یہ ایک دھماکہ خیز خبر تھی۔ اس طرح کے کسی بھی ادارے کو اس کے خلاف توقع واقعہ کا اندیشہ ہی نہ تھا کہ افغان سرزمین سے بارِ دیگر کوئی مزاحمتی گروپ اس دلیرانہ انداز سے کارروائی کر کے خود کو دنیا بھر کی بحثوں میں نمایاں کرے گا۔ یہ اس لئے بھی قرینِ قیاس نہیں ہوسکتا تھا کہ:

☆ امریکی فوج ایم ایچ ۴۷ چینوک ہیلی کاپٹروں سے کارروائیاں کر رہی تھی جنہیں ناقابل تسخیر کہا جاتا ہے۔

☆ بی ۵۲ بمبار دیو ہیکل طیاروں سے تباہ کن بمباری کا افغانوں کے پاس کوئی توڑ نہیں ہے۔

☆ کارپٹ بمباری پلک جھپکنے میں راکھ کے ڈھیر پیدا کر دیتی ہے جس کا جواب طالبان کے پاس نہیں۔

☆ اے سی ۱۳۰ گن شپ ہیلی کاپٹوں کے ذریعے بلند غاروں کے دھانوں پر تھرمو بیرک لیزر گائیڈڈ دو ہزار پونڈ وزنی بم گرائے جاتے ہیں جو کسی بھی غار میں موجود آکسیجن جذب کر لیتے ہیں اور وہاں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا۔ افغان مزاحمتی گروپ اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔

☆ ڈیزی کٹر بموں کی بارش جس سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی اور افغان اس معاملے میں تہی داماں ہیں۔

ان پانچ نکات کی بنا پر بین الاقوامی تجزیہ نگار کسی بڑی عسکری خبر کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ تو رفتہ رفتہ اسے لوگوں کے حافظے سے نکال رہے تھے کہ یہ انہونی ہوئی اور امریکی قیادت پہلی بار بے انتہا پریشانی کا شکار ہوئی۔ امریکن پالیسی سازوں میں یک لخت تبدیلی کے آثار دکھائی دینے لگے ہیں۔ اُنہوں نے موجودصورت حال کو ایک نئے زاویے سے دیکھنا اور جن خلاصی کے مختلف طریقوں پر غور کرنا شروع کر دیا ہے۔ ایسا ہونے پر کوئی اچنبا نہیں، حالات ہی کچھ ایسے ہیں، ری پبلکن وائٹ ہاؤس پر قابض کانگریس کے ایوان نمائندگان میں حاوی ہے جبکہ سینٹ میں ڈیموکریٹس دندنا رہے ہیں۔ ۱۱ ستمبر کے واقعہ پر سبھی دل گرفتہ تھے اور انہوں نے متفقہ طور پر صدر بش کا ساتھ دیا تھا لیکن اب چھ ماہ بعد یکا یک رونما ہونے والے حالات بھی کئی امریکی فوجیوں کی موت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ جس پر امریکہ میں ایک بار پھر ماتمی ماحول پیدا ہوگیا ہے۔ ڈیموکریٹ لیڈروں کے تیکھے تیکھے اور آڑے ترچھے

سوالات کی کند تلواروں نے ری پبلکنز کو بوکھلا دیا ہے، مثلاً:

☆ سینٹ میں ڈیموکریٹس اکثریت کے سربراہ سینٹر ٹام ڈینشلے نے صدر بش کی تعریف کے بعد استفسار کیا کہ ''بغیر کسی واضح سمت کے آپریشن ''اینا کونڈا'' کو وسعت دی جارہی ہے۔ حالانکہ جنگ کے لئے وسائل مختص کرنے سے پہلے واضح ہونا چاہیے کہ ہم کس سمت میں جائیں گے۔ انہوں نے وزارت دفاع کو وارننگ دی کہ وہ جنگی اخراجات کیلئے بلینک چیک کی توقع نہ رکھے''۔

اس کے جواب میں ری پبلکن سینٹر لاٹ صرف اتنا ہی کہہ پائے کہ ''سینٹر ڈنشلے کو قوم میں نفاق پیدا کرنا چاہیے''۔ سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر جوزف بڈن بھی بش انتظامیہ سے بُری طرح ناخوش اور غیر مطمئن ہیں۔ انہوں نے گزشتہ دنوں ایک پریس بریفنگ میں انکشاف کیا کہ ''حکومت نے معلومات دینے کا جو وعدہ کیا تھا، اس پر کوئی عمل نہیں ہوا اور اس نے اپنے عالمی اتحادیوں کو بھی بے خبری بھی رکھا ہوا ہے''۔

امر واقعہ یہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں جاری آپریشن ''اینا کونڈا'' میں تیزی پیدا کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ گردیز، خوست، ہلمند، زابل، قندھار، پکتیا اور کابل میں ایکا ایکی گوریلا کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ ان جھڑپوں میں جہاں کافی امریکی فوجی مارے گئے۔ وہاں سپر پاور کی رعونت کو زبردست دھچکا بھی لگا۔ ساتھ ہی امریکی سیاست کے بحرِ اکاہل میں ہلچل پیدا ہوئی، جس سے اٹھنے والی لہریں اپنی سمت کی تبدیلی کا پتہ دے رہی ہیں۔ امریکی حکومت اپنے عوام کو بھی یہی بتاتی رہی ہے کہ آپریشن پوری کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے اور امن وامان کی صورت حال بھی روبہ عروج ہے۔ لیکن دوسری طرف بعض حقائق خم ٹھونک کر میدان میں کھڑے ہیں۔ یعنی:

☆ افغانستان ایک دشوار گزار خطہ ہے جس کے موسم امریکیوں اور اتحادیوں کو راس نہیں آرہے۔

☆ افغانوں کی دوستیاں اور دشمنیاں ایک معمّہ ہے سمجھنے کا، نہ سمجھانے کا۔

☆ طالبان افغانستان کے اندر موجود ہیں اور ان کی توانائی میں کمی نہیں آسکی۔

☆ پورے ملک افغانستان میں سیکورٹی نہ ہونے کے برابر ہے۔ خود دارالحکومت بھی محفوظ نہیں۔

☆ عبوری حکومت لوگوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت میں بُری طرح ناکام رہی ہے۔

☆ ڈاکے، چوریاں، قتل، بدکاری کی کوئی حد نہیں رہ گئی۔

☆ لوگوں کو اُس امن وامان کی اشد ضرورت ہے جو طالبان نے قائم کیا تھا۔

☆ اب لوگ پھر سے طالبان کو یاد کرنے لگے اور اُن کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں۔

☆ ملک بھر میں امن امان کی ذمہ داری امریکہ نے لے رکھی ہے لیکن حالیہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ خود محفوظ

نہیں ہیں۔

مندرجہ صدر سچائیاں چھپا کر رکھتے ہیں، پینٹا گان یکسر ناکام رہا ہے۔ یہ کسی ایسے ویسے ملک کی ناکامی نہیں بلکہ سپر پاور کی ناکامی ہے، جسے خود سپر قوم بھی پسند نہیں کر رہی۔ چنانچہ امریکی معاشرے میں ایک نئی بحث نے جنم لیا ہے۔ امریکن پالیسی ساز ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ مزید فوجیوں کی ہلاکت کسی بھی طرح قبول نہیں۔ اس کارروائی تو کل تک کامیاب قرار دینے والی حکومت اب اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا ہے۔ اس کے اعوان وانصار اس سوچ میں مگن ہیں کہ افغانستان ہمارے لئے دوسرا صومالیہ نہ بن جائے۔ وہ کوئی دوسرا تجربہ دھرانے کو تیار نہیں۔ دوسری طرف وہ انتہائی عذاب ناک کیفیت میں ہیں کہ اسی طرح لوٹ جانے میں جگ ہنسائی بھی ہوگی اور سبکی بھی۔ کیونکہ وہ نہ تو اسامہ کو پکڑ سکے اور نہ ہی ملا محمد عمر مجاہد کو۔ ایک مثال اس حالت پر صادق آتی ہے۔

''سانپ کے منہ میں چھپکلی''

کہتے ہیں چھپکلی سانپ سے کہیں زیادہ زہریلی ہوتی ہے۔ اگر کبھی سانپ اسے کھانے کیلئے پکڑ لے تو اس کے لئے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ یعنی کھائے تب بھی مرتا ہے اور پھینک دے تب بھی اُس کی موت۔ امریکہ اب ایک خوفناک مخمصے کا نخچیر ہو کر رہ گیا ہے کہ دنیا کو کیا چہرہ دکھائے۔ کس کامیابی کا ڈھنڈورہ پیٹے۔ اگر لوٹتا ہے تو خالی ہاتھ یا پھر اسے افغانستان میں دخل در معقولات کا مرتکب ہو کر ملا بھی تو کیا............

☆ آپریشن ایناکونڈا کی بے تحاشا ناکامی

☆ اپنے سینکڑوں جوانوں کی لاشیں

☆ بے وسیلہ لوگوں کے ذریعے اپنی ہیبت کے نشان ہیلی کاپٹرز اور B-52 بمبار کی تباہی

☆ کھربوں ڈالرز کا اضافی بوجھ جو کسی کام نہ آسکا۔

☆ انسانیت کشی کا خطرناک الزام

درحقیقت جارج ڈبلیو بش اس وقت کڑے امتحان میں ہے، وہ پریشان ہے، یہ سوچ کر کہ مخالف ڈیموکریٹس امریکی فوجیوں کی ہلاکت کو امریکہ بھر میں انسانی مسئلے بلکہ المیے کے طور پر اچھالیں گے۔ وہ جانتے ہیں لوگ اب کھل کر کہنے لگے ہیں کہ القائدہ کی ''شکست'' کے بعد امریکہ کو افغانستان سے نکل آنا چاہیے۔ صدر بش سوچیں تو یہ اُن کے حق میں بہتر ہوگا کیونکہ وہ ڈیموکریٹس کے سیلابِ بلا کو روک نہیں سکیں گے۔

(ایک خط، ایک تأثر)

ہم کب تک ''کالے انگریزوں'' کے سامنے اپنے مطالبات دہراتے رہیں گے؟

(لندن سے مولانا محمد عیسیٰ منصوری مدظلہ کا مکتوب گرامی
بنام...... جناب عبداللطیف خالد چیمہ مرکزی ناظم نشریات مجلس احرار اسلام پاکستان)

برادرِ عزیز! زید مجدکم و سَعیاً لِلدّین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ کئی دنوں سے تقاضا تھا کہ آنجناب کا حال معلوم کروں۔ ''نقیب ختم نبوت'' کا رسالہ جس میں بندہ کا ایک مضمون تھا، ملا تھا جزاکم اللہ۔ اس وقت گجرات (بھارت) میں مسلمانوں کی تباہی نے کمر توڑ دی، اور دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ۲۴ گھنٹہ میں اتنی تباہی ہوئی کہ گزشتہ کئی فسادات میں اس کا دسواں میں حصہ بھی نہیں ہوئی تھی۔ احمد آباد کے صرف ایک محلّہ میں ساڑھے چھ سو مسلمان زندہ جلائے گئے۔ سورت بڑودہ، بھروچ کے ایک ایک شہر میں ہزار ہزار کروڑ سے زیادہ مالی نقصان ہوئے۔ جو لوگ ہر سال کروڑوں روپیہ دینی مدارس کو دیتے تھے، نانِ شبینہ کے محتاج ہیں۔ احمد آباد میں ایک لاکھ کے قریب کیمپوں میں کسمپرسی کی حالت میں روتے روتے آنسو خشک ہو چکے ہیں۔ یہ ساری تباہی گجرات کے چیف منسٹر نریندر موذی اور اس کے وزراء نے خود کروائی ہے۔ ہم لوگ دن رات مشغول ہیں، کوشش کرر ہے ہیں۔ دہلی سپریم کورٹ اور برطانیہ، جرمنی، امریکہ سے ''آر ایس ایس'' اور ''ویشوا ہندو پریشد'' کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا جائے۔ برطانیہ و امریکہ کے کروڑوں پاؤنڈ مسلمانوں کو زندہ جلانے اور قتل کرنے کیلئے بھیجے جارہے ہیں۔ گزشتہ روز، دورٹیں سپریم کورٹ میں فائل کر دی ہیں۔ ہمارے ظفر سریش والوں کی فیملی والوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ دن رات جانی مالی طور پر اپنے کو مسلمانوں کیلئے جھونک دیا۔ دوسری طرف حکومت پاکستان کی بے حمیتی کہ ایڈوانی جیسے بھیڑیئے کو دورہ کی دعوت۔ حضرت مدنیؒ نے تقسیم کے متعلق فرمایا تھا: ''ہندوستان میں مسلمان اور پاکستان میں اسلام ذبح ہوگا''۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید☆ افغانستان کی تباہی کے فوراً بعد یہ دوسرا زخم دل پر لگا ہے۔ اس وقت امت مسلمہ عالمی طور پر جن حالات سے گزر رہی ہے ان غیر معمولی حالات میں معمول کی جدوجہد اور تدابیر سے کام نہیں چلے گا۔ اس کے لئے انقلابی اقدامات کی

☆اس دور کے اکثر قومی و دینی اکابر کا یہی تأثر اور اندیشہ تھا۔ قریباً یہی الفاظ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت امیر شریعتؒ کے بھی منقول ہیں۔ تحریراً یہ جملہ، غالباً آغا شورش کاشمیری مرحوم نے، اوّل اوّل تقسیم ہند کے معاً بعد ہفت روزہ ''چٹان'' کے ایک اداریے میں لکھا تھا۔ (مدیر)

ضرورت ہے۔مثال اگرچہ اچھی نہیں ہندی مسلمانوں کے لئے سب سے قریب الفہم سرسید کی مثال ہے۔اس آدمی کوانگریزی تعلیم عام کرنے کی ایسی دھن سوارتھی کہ اس کی خاطر اپنے پاؤں میں گھنگھرو باندھنے کیلئے بھی تیار تھا۔جب ایسی دھن ہوتب کوئی کام ہوتا ہے۔قطع نظراس کے کہ سرسید کا نقطۂ نظر کتنا سطحی وظاہری تھا۔اس وقت باطل طاقتوں سے جنگ قوت بازو سے نہیں بلکہ ٹیکنالوجی،سائنس اور جدید علوم کے ذریعے لڑی جاسکتی ہے۔افغانستان کی جنگ کے تجربہ نے شجاعت،جذبہ اور قوتِ بازو کو ثانوی حیثیت دے دی ہے۔جس طرح بارود کی ایجاد نے تلوار اور تیر کا دورختم کردیا تھا۔اسی طرح جدید کمپیوٹر ٹیکنالوجی نے بندوق اور توپ کے دور کو لپیٹ دیا ہے۔اب جنگ اصلاً جدید علوم کی ہے۔اب حقیقت کو جلد از جلد تسلیم کر کے جدید علوم کی جدوجہد بھی علماء کرام کے ہاتھوں شروع ہوجاتی۔قرنِ اوّل میں علماء کا کام صرف مسئلہ بتانے اور فضائل سنانے تک تو محدود تھا۔ملت کی نگہبانی،حفاظت اور سربلندی بھی تو تھا۔ہمارے مکرم مولانا الراشدی صاحب آج کل شدومد سے مدارس کے قیام کا مقص (مقبول ومتداول) دمساجد کیلئے،ائمہ مکتب کیلئے،مدارس اور جامعات کیلئے،اساتذہ اور عوام کو فضائل سنانے اور مسائل بتانے والے ہی کیوں قرار دے رہے ہیں؟ فقط یہ باور کروانے کیلئے کہ جدید علوم میں رہنمائی وپیشوائی کے کام کو جب تک علماء اپنے ہاتھوں میں نہیں لیں گے،معاشرہ میں ان کا مقام گرتا رہے گا۔انگریز نے یہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد ہی آزادی دی تھی کہ ان کی تیار کردہ نسل،ان کی نیابت میں کام احسن طریقہ میں انجام دیتی رہے گی۔وہ ''کالے انگریزوں'' کے اس طبقہ انگریز کے ہمیشہ کیلئے برصغیر میں برسراقتدار رہنے کا انتظام کر کے گیا تھا۔ہم لوگ کب تک ان کالے انگریزوں کے سامنے اپنے مطالبات دہراتے رہیں گے؟ براہ راست عوام سے کب بات کریں گے؟ لیکن اس کام کیلئے بنیادی شرط یا قیمت عصری علوم اور جدید ٹیکنالوجی میں مہارت ہے۔اس کے بغیر عوام بھی یہ اطمینان نہیں کرسکتے کہ طبقہ علماء (شاملین و داخلین) موجودہ حالات میں ہمارے مسائل کے حل کے اہل ہوسکتے ہیں۔اگر اب بھی ہم نے اپنے اختیار وبصیرت سے یہ کام نہ کیا تو پھر یہ حالات کے جبر کے تحت ہوگا،اور ان لوگوں کے ہاتھوں ہوگا،جو اسلام اور دینی مدارس سے کبھی مخلص نہیں ہوسکتے۔دوسری بات یہ کہ حالات پکار پکار کر ہمیں اپنی حکمت عملی (اسٹریٹیجی) کی کوتاہیوں کا جائزہ لینے کی دعوت دے رہے ہیں۔مگر ہم ہیں کہ اپنی کوتاہیوں کا جائزہ تو درکنار اس پہلو پر غور وخوض کا حوصلہ ہی نہیں کر پا رہے۔معلوم ہوتا ہے کہ ہم دینی طور پر جو کر رہے ہیں وہی صحیح ہے،اس میں کوئی کوتاہی نہیں،ساری خطا (نعوذ باللہ) اللہ کی جانب سے ہورہی ہے۔استغفراللہ! ملت اسلامیہ میں جب تک طبقۂ امراء وعلماء اپنا فریضہ کماحقہ ادا کرتے رہیں گے،یہ ملت برباد اور ذلیل نہیں ہوسکتی،مگر امراء سے تو توقع ہی حماقت ہے۔اگر مناسب سمجھیں تو ایک نقطۂ نظر کے طور پر یہ عریضہ ''نقیب ختم نبوت'' میں دے دیں۔

فقط والسلام

محتاج دعا

محمد عیسیٰ منصوری (لندن)

۱۲/مارچ ۲۰۰۲ء

خالد مسعود خان

مشکل الفاظ کے معانی

حالانکہ حالات بالکل ادھر جارہے ہیں جدھر ہم کہتے تھے مگر ہمیں اپنے اندازوں کی درستی پر فخر یا خوشی نہیں پریشانی ہے۔اور ہمیں ہی کیا ہر پاکستانی بلکہ ہر مسلمان کو حتیٰ کہ شاید ان کو بھی ہو جو ہماری پریشانی کا مذاق اڑاتے تھے مگر یہ ممکن ہے کہ یہ میرا حسن ظن ہو۔جن کو پہلے کچھ نظر نہیں آیا شاید اب بھی کچھ نظر نہ آرہا ہو۔یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہی لوگ یہ سب کچھ دیکھنا اور سمجھنا ہی نہ چاہتے ہوں جواب روز روشن کی طرح عیاں ہوتا جارہا ہے۔

چند روز گزرے ہیں مصر میں شرعی عدالت نے چوبیس افراد کو ہم جنسی کے جرم میں مختلف نوعیت کی سزائیں سنائی ہیں۔ہم جنسی مصر کے سماج میں رسم و رواج میں، معاشرے میں، اخلاقیات میں حتیٰ کہ ماڈرن طبقے میں بھی کم از کم اخلاقی طور پر بری سمجھی جاتی ہے قانون اور مذہب کی تو بات ہی دوسری ہے وہاں تو یہ برائی قابل تعزیر جرم ہے۔نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی یہ گھناؤنی اخلاقی برائی ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھی گئی اور باقاعدہ ایسا جرم سمجھی گئی جس پر سزا کا اطلاق ہوتا تھا۔مگر پھر مادر پدر آزاد مغرب نے انسانی حقوق کے نام پر آزاد جنسی تعلقات (Free Sex) کا ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر، پاپائے روم اور رومن کیتھولک کے ماننے والوں کے احتجاج کے باوجود ہم جنسی کو تقریباً قانونی تحفظ فراہم کردیا۔مغرب کے آزاد معاشرے کے نزدیک آزاد جنسی تعلقات پر کسی قسم کی روک ٹوک، قدغن یا پابندی عائد کرنا یا ان پر سزا دینا حتیٰ کہ انہیں معاشرے میں برا سمجھنے کو بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا۔

ہم کہتے تھے کہ امریکہ اور مغرب کے مطالبات بلاچون و چرا قبول کرتے جانا اس مسئلے کا حل نہیں جس سے ہمیں ڈرایا جارہا ہے تب دانشور اور مصلحت پسند طعنہ دیتے تھے کہ یہ ہمیں مروانا چاہتے ہیں۔ہمارا تب بھی موقف یہ تھا کہ آخر نظریہ ضرورت اور حکمت کے تحت پسپائی اور ذلت کے درمیان کہیں تب کوئی حد آخر طے کرنی چاہیے کہ مسلسل رضا کارانہ پسپائی کا یہ عمل ہمیں مصلحت کے نام پر ذلت و خواری کی آخری منزلوں تک لے جائے گا مگر تب دنیا بھر کی خرابیوں کی بنیاد، بنیاد پرستوں کو سمجھنے والے عقلمند ہماری بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں تھے کہ وہ امریکی احکامات کو دنیاوی نفع و نقصان کے ترازو میں رکھ کر ایسے خوشنما نتائج اخذ کررہے تھے کہ اس حماقت کی عینک کے پیچھے سے ان احکامات پر عمل کرنے کے بعد نظر آنے والا پاکستان ایک ترقی پسند، خوش حال اور مستحکم پاکستان تھا۔بھلا کسی کو سراب دیکھنے سے روکا جاسکتا ہے؟

یہ سب، کم نظر، کوتاہ بین، مصلحت پسند، ڈرپوک اور بزدل دانشوروں، پڑھے لکھوں لمبی عمر کی حسرت کرنے

والوں اور طویل حکمرانی کے شوق میں مبتلا حکمرانوں کی جانب سے مسلسل دہرایا جانیوالا آموختہ تھا جس کے بطن سے ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نظریے نے جنم لیا۔ ہم اس مسلسل اور رضا کارانہ پسپائی کی کوئی حدآخر چاہتے تھے۔ ہمیں اپنی دانش کا نہیں، امریکی تکبر اور طاقت کے نشے کا اندازہ تھا۔ ہمیں علم تھا کہ سارا عالم کفر ایک ہے۔ اور وہ علم بھلا کیسے غلط ہوسکتا ہے جس کی بنیاد حدیث ہو استاد، استاد کامل ہو۔

چند روز قبل مصر میں ہم جنسی کے مرتکب چوبیس افراد کو شرعی عدالت نے سزا سنائی تھی۔ آج بی بی سی پر ایک خبر تھی کہ یورپی یونین کے صدر نے برسلز (بلجیم) میں مصری سفیر کو طلب کر کے بڑے واضح لفظوں میں بغیر کسی سفارتی آداب یا لاگ لپٹ کے بتایا ہے کہ ''گیارہ ستمبر کے بعد دنیا کے حالات یکسر بدل گئے ہیں اور اب انسانی حقوق کا مسئلہ کوئی علاقائی مسئلہ نہیں بلکہ عالمی مسئلہ ہے۔ ہم اس سلسلے میں اگر محسوس کرتے ہیں کہ کسی بھی جگہ پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی جارہی ہے اور وہ جگہ جہاں انسانی حقوق متاثر ہورہے ہیں وہ ہمارے دائرہ کار میں آتی ہے اور ہم انسانی حقوق کی ان خلاف ورزیوں کو روکنے کے لئے نہ صرف مداخلت کا حق رکھتے ہیں بلکہ اس بارے کے مداخلت کریں گے۔ ہم آزاد جنسی تعلقات (Free Sex) کو روکنے اس پر پابندی عائد کرنے اور آزاد جنسی تعلقات پر سزا دینے کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی تصور کریں گے۔ اگر حکومت نے اس دی جانے والی سزا جو انسانی حقوق کی پامالی کے زمرے میں آتی ہے کو فوری معاف کر کے ختم نہ کیا تو یورپی یونین (یہ یونین تقریباً چودہ ممالک بشمول برطانیہ پر مشتمل ہے) مصر سے تمام تجارتی اور سیاسی تعلقات ختم کر لے گی''۔

جواب میں مصر کے سفیر نے نہایت معذرت خواہانہ انداز میں کہا ہے کہ ''ہم تمام طے شدہ عالمی قوانین پر عمل کریں گے تاہم ہماری درخواست ہے کہ ہمارے اخلاقی اور معاشرتی مسائل نہ چھیڑے جائیں''۔ مصری سفیر نے اس بارے میں صرف اخلاقی اور معاشرتی حوالے سے ہم جنسی کو مصر کا داخلی معاملہ قرار دیا ہے کہ گیارہ ستمبر کے بعد اسلام کے حوالے سے بات کرنا بھی شاید دہشت گردی سمجھا جارہا ہے۔

مصری سفیر کا لہجہ نہایت عاجزانہ، ملتجیانہ اور معذرت خواہانہ تھا مگر اس کے لئے بے چارے سرکاری ملازم سفارت کار کو کیا کہا جائے کہ اس نے یہ لہجہ عالم اسلام حکمرانوں سے ہی سیکھا ہوگا۔

اس سے قبل امریکی حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے بارے نظر ثانی کا کہہ چکی ہے اور حکمران اس معاملے میں امریکہ کو اپنے داخلی معاملات اور آئین بارے مداخلت کے سلسلے میں صاف طور پر کچھ کہنے کے بجائے ''ڈروٹ'' کی پالیسی پر عمل کررہے ہیں۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کا دن بھی کیا عجیب دن تھا کہ نیویارک میں واقع ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارت کا ملبہ امریکی جہاں چاہتے ہیں گرادیتے ہیں۔ ساری اسلامی دنیا امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف مہم میں ساتھ بھی دے رہی ہے اور نشانہ بھی بن رہی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف مہم کا ملبہ کبھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین پر

آ گرتا ہے اور امریکہ بہادر مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ جسے آئینی تحفظ حاصل ہے تبدیل کیا جائے۔ یورپی یونین کا صدر کہتا ہے کہ یورپی یونین مصری عدالت کی جانب سے ہم جنسی کے جرم میں سزا پانے والے چوبیس افراد کو فوری معافی دے کر رہا کیا جائے کہ آزاد جنسی تعلقات پر قدغن انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے اور اس مطالبے نما حکم کو تسلیم نہ کرنے کے نتیجے میں یورپی یونین مصر سے تمام تجارتی اور سیاسی تعلقات ختم کر لے گی۔ مصری سفیر مسلمان حکمرانوں کے نقش قدم پر ان کی تقلید کرتے ہوئے درخواستیں کر رہا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ہماری ذلت کی آخری حد کہاں جا کر ختم ہوگی۔

آزاد جنسی تعلقات کو انسانی حقوق قرار دینے والوں کا مطالبہ صرف ہم جنسی پر دی جانے والی سزا پر ختم نہیں ہوگا مغرب کے انسانی حقوق کے تحفظ کا نظریہ برضا ورغبت حرام کاری پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

مجھے یقین ہے کہ کل کلاں امریکہ بہادر قرآن پاک سے جہاد بارے آیات نکالنے کا مطالبہ بھی کرے گا اور یورپی یونین کا صدر زنا، حرام کاری، بدفعلی اور ہم جنسی بارے قرآنی آیات اور ان پر تعزیرات کے بارے میں انسانی حقوق کی پامالی کا شور مچا کر پابندی کا مطالبہ کرے گا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ مجھے کم از کم اس بارے نہ تو کوئی فکر ہے اور نہ کوئی تحفظات۔ کہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ تو اس کے خالق نے خود لے رکھا ہے۔ اس بارے وہ خود جانے اور اس کا کام۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے کلام بارے ایسی سوچ رکھنے والا اپنے انجام تک خود پہنچے گا اور اس کا بندوبست وہ ذات باری خود کرے گی کہ اس کی قدرت کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے۔

مگر مجھے فکر تو صرف اس بات کی ہے کہ اگر یورپی یونین کے صدر کو یہ خیال آ گیا کہ پاکستان کی جیلوں میں ہم جنسی کے جرم میں چوبیس سے زیادہ افراد قید ہیں اور اگر امریکہ بہادر کو یہ پتہ چل گیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عدالتیں برضا ورغبت حرام کاری کرنے والوں کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۱۰۔ کے تحت سنا رہی ہیں تو کیا ہوگا؟

اگر کل کلاں امریکی صدر نے آدھی رات کو فون کر کے پوچھا کہ آپ بدفعلی سے متعلق تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۷، ہم جنسی بارے حدود آرڈیننس کی دفعہ ۱۲۔ اور زنا کے متعلق حدود آرڈیننس کی دفعہ ۱۰۔ کو ابھی اسی وقت ختم کرتے ہیں یا نہیں۔ کہ یہ سب کچھ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہیں اور دنیا گیارہ ستمبر کے بعد یکسر تبدیل ہو چکی ہے تو ہمارا جواب کیا ہوگا؟

میرے خیال پر تو مٹی ڈالیں اس سوال کا جواب بھی امریکی اقدامات، مطالبات اور احکامات پر عمل کرنے کی نصیحت کرنیوالوں سے ہی پوچھا جائے شاید وہ گذشتہ کچھ عرصے میں غیرت، عزت و آبرو، قومی آن اور مذہبی قیمت جیسے مشکل الفاظ کے کے معانی سے آگاہ ہو گئے ہوں۔

محمد عطاء اللہ صدیقی

''کیچڑ میں لتھڑا ہوا سؤر''

قارئین کرام! آپ بازار میں جاتے ہیں تو وہاں ایک شخص کی آواز آپ کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ یہ شخص ایک چبوترے پر کھڑا کچھ کہہ رہا ہے۔ آپ کو اس کی شکل پوری دکھائی دیتی ہے اور نہ اس کی تقریر کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ آپ متجسس ہو کر مزید قریب آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہہ رہا ہے: میرے بھائیو، عزیزو اور ہم وطنو! صفائی، پاکیزہ اور طہارت ایک صاف ستھرے اور صحت مندانہ معاشرے کے قیام کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ایک صاف ستھرا جسم ہی صحت مند جسم بن سکتا ہے۔'' آپ سنتے ہیں وہ شخص معاشرے میں صحت وصفائی کی افادیت پر مدلل تقریر کر رہا ہے۔ اچانک آپ اس کے سراپا کو غور سے دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں، وہ شخص جو صحت اور پاکیزگی کے موضوع پر تقریر جھاڑ رہا ہے، اس کا اپنا حال یہ ہے کہ اس کا لباس کیچڑ سے اٹا ہوا ہے، منہ پر غلاظت کے چھینٹے خشک ہو کر باریک ٹھیکریاں سی نظر آ رہی ہیں، اس کے لمبے بال بے حد میلے کچیلے ہیں اور اس کے ماتھے پر جمی غلاظت پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں، اس کے پاؤں میں جوتا نہیں ہے پاؤں پھٹے ہوئے ہیں اور انگلیوں سے خون رس رہا ہے، مختصراً یہ کہ اس نے اپنا حلیہ ایسا بنا رکھا ہے کہ جیسے کیچڑ اور دلدل میں لتھڑا ہوا کوئی سور ہو۔ صفائی اور پاکیزگی کے موضوع پر اس کے خیالاتِ عالیہ پر آپ کا فوری ردِ عمل کیا ہوگا؟ آپ کا جو بھی ردِ عمل ہوگا، وہ میں آپ کے ذوق اور شخص نفاست کے معیار پر چھوڑتا ہوں۔

مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میں سے بعض خواتین و حضرات ''کیچڑ میں لتھڑا ہوا سؤر'' کی تمثیل پر ناک بھوں چڑھائیں گے۔ فی الحال میں آپ کے ممکنہ احتجاج پر پیشگی معذرت چاہتے ہوئے دوسری تمثیل کی طرف آتا ہوں۔ نصف شب کا عالم ہے۔ ایک خاتون اپنے بچوں کے بیڈروم میں محوخواب ہے۔ اچانک ہمسایوں کے گھر سے اٹھنے والے شور وغل اور چیخ و پکار سے وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی ہے۔ وہ کھڑکی کے پردوں سے لگ کر دیوار سا نجھے ہمسایوں کے گھر جھانکتی ہے، وہاں کا منظر اسے وحشت زدہ کر دیتا ہے۔ چند نوجوان ڈاکوؤں نے گھر کو قبضہ میں لے رکھا ہے۔ بلب کی روشنی میں وہ ان کی شکلیں صاف دیکھ سکتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور خنجر ہیں۔ گھر کا مالک مزاحمت کرتا ہے تو ایک ڈاکو اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیتا ہے، گھر کی عورتیں اور نوجوان بچیاں آہ و بکا کر رہی ہیں، اس عورت کا جی چاہتا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کی مدد کرے مگر ڈاکوؤں کے خوف سے اس پر دہشت طاری ہے، وہ دیکھتی ہے، وہ وحشی درندے پاکیزہ عورتوں کو ''ریپ'' کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، وہ حواس باختہ ہو کر فون کی طرف لپکتی ہے تاکہ پولیس کو اطلاع کر سکے، مگر اس سے پہلے کہ فون تک

پہنچے، اعصاب زدگی کے عالم میں بے ہوش ہوکر گر پڑتی ہے۔ دوسرے دن جب اسے ہوش آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکوؤں نے گھر کے مالک کے ساتھ ساتھ ایک معصوم عورت کو بھی ''ریپ'' کرنے کے بعد قتل کر دیا ہے۔ چند ہی دنوں کے بعد مال روڈ سے گزرتے ہوئے وہ خاتون چند نوجوانوں کو ''پلے کارڈ'' اٹھائے مظاہرہ کرتے دیکھتی ہے، ''پلے کارڈ'' پر لکھا ہے، ''غیرت کا قتل بند کرو''، ''کاروکاری ایک وحشیانہ جرم ہے''، ''عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرو''۔ پلے کارڈ پڑھتے ہی اس کے ذہن میں ان مظلوم بے گناہ عورتوں کی تصویریں یکا یک گھومنے لگتی ہیں۔ اس کا جی چاہتا ہے وہ وہ گاڑی سے اتر کر اس مظاہرے میں شریک ہو۔ ابھی وہ گاڑی سے اترنے کا سوچ ہی رہی ہوتی ہے کہ منظر دیکھ کر اس کی بے ساختہ چیخ نکل جاتی ہے۔ ان مظاہرین میں سے وہ دو نوجوانوں کو بھی پہچان لیتی ہے اور بیتی ہوئی شب کا وہ خوفناک منظر.......!

قارئین کرام! میں نے زندگی میں فکشن بہت کم لکھا ہے، مگر آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں چاہوں تو اس طرح کے تضادات، منافقت اور دوہرے معیارات کے سینکڑوں مرقع جات قلم کی نوک سے کاغذ پر کھینچ سکتا ہوں۔ میں انہی دو مرقع جات پر ہی اکتفا کرتا ہوں کیونکہ میرا مقصد اپنا احتجاج ریکارڈ کرانا ہے، افسانہ نگاری نہیں۔ ''کیچڑ میں لتھڑے ہوئے سؤر'' کی طرح غلیظ انسان کے منہ سے پاکیزگی اور طہارت کا بلیغ لیکچر سن کر ایک عام آدمی کے دل میں جو ہیجان برپا ہوتا ہے یا اپنی ہمسائی عورتوں کو ''ریپ'' اور قتل کرنے والے رذیل بھیڑیوں کے ہاتھوں میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے پلے کارڈز دیکھ کر ایک بے بس شریف عورت کے دل و دماغ میں جو طوفان برپا ہوتا ہے، کچھ اس طرح کی کیفیت ۵ مارچ کے اخبارات میں امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کے متعلق رپورٹ کے اقتباسات پڑھ کر مجھ پر بھی طاری ہوئی ہے۔

امریکی دفتر خارجہ ہر سال مارچ کے پہلے ہفتے میں پوری دنیا میں انسانی حقوق کی تازہ صورتحال کے متعلق رپورٹ جاری کرتا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ افغانستان اور کیوبا کے جزیرے میں القاعدہ اور طالبان قیدیوں کے معاملے میں امریکہ نے انسانی حقوق کی 'پاسداری' کے جو ریکارڈ قائم کئے ہیں، اس کے پیش نظر امریکہ اس سال یہ رپورٹ جاری نہیں کرے گا۔ مگر یہ ہماری خام خیالی تھی۔ ذرا چشم تصور میں قندوز، قلعہ جنگی، قندھار، تورابورا اور کیوبا کے ایکس رے کیمپ کے لرزہ خیز انسانیت کش مناظر کو لایئے اور پھر امریکہ کی جانب سے انسانی حقوق کی لن ترانیوں کو بھی ذہن میں رکھئے، امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ کے اقتباسات بعد میں ہم نقل کریں گے، امریکی سیکرٹری خارجہ کولن پاول کا تازہ بیان بھی غور طلب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''امریکہ انسانی حقوق، جمہوریت اور اعلیٰ اقدار سے اپنی کمٹمنٹ میں پیچھے نہیں ہٹے گا''۔ جس ملک کی وزارتِ دفاع میں جھوٹے پراپیگنڈے کے لئے ''جھوٹ ساز فیکٹریاں'' قائم ہوں، وہاں کے سیکرٹری خارجہ کی طرف سے اس طرح کا بیان بہت تعجب انگیز نہیں ہونا چاہیے۔ امریکہ نے چند روز پہلے پینٹا گان میں قائم ''ڈس انفارمیشن سیل'' کو بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو جنگ افغانستان میں امریکی جھوٹ پھیلانے کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے یہ

''سیل'' حالتِ امن میں امریکی وزارت دفاع سے وزارت خاجہ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

امریکی دفتر خارجہ کی سالانہ انسانی حقوق رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ'' پاکستان کا انسانی حقوق ریکارڈ بدستور بے حد کمزور ہے'' کمزور ریکارڈ کی وضاحت کرتے ہوئے بتا گیا ہے کہ'' پاکستان میں اقلیتوں کے خلاف جرائم، پولیس کے ہاتھوں ماورائے عدالت قتل، خواتین کی توہین (کاروکاری) کی اطلاعات ملی ہیں، فرقہ وارانہ کشیدگی بھی جاری ہے اور قادیانیوں کے خلاف جرائم بھی بڑھ رہے ہیں'' (روزنامہ''انصاف'' ۵/مارچ) حکومت پاکستان نے اس رپورٹ کے خلاف سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اسے حقائق کے منافی قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔ دفتر خارجہ کے ترجمان نے اپنے رد عمل میں کہا کہ امریکی رپورٹ میں حکومت پاکستان کی ان پالیسیوں کو نظر انداز کیا گیا جو پاکستان میں انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کیلئے موجودہ حکومت نے مرتب کر رکھی ہیں۔ ان اقدامات میں بچوں کے حقوق سے متعلق آرڈیننس کا اجراء، خواتین کے حقوق کے تحفظ کیلئے مستقل حقوق کمیشن کا قیام، بچوں کی جبری مشقت کا خاتمہ شامل ہیں۔ سال ۲۰۰۰ء کو پاکستان کے عین مطابق ہے۔ ترجمان نے کہا کہ ان تمام تر اقدامات کے باوجود امریکی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان کا انسانی حقوق کے حوالہ سے ریکارڈ قابل افسوس ہے۔ امریکہ کا یہ دعویٰ پاکستان کے لئے ناقابل قبول ہے کیونکہ اس رپورٹ میں حقائق کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ حکومت پاکستان کو یہ بھی قبول نہیں۔ ملک میں اٹھائے جانے ان اقدامات کو کوئی باہر بیٹھ کر غلط انداز میں جج کرنے کی کوشش کرے۔ (روزنامہ''انصاف'')

امریکہ نے مذکورہ رپورٹ میں افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمہ کو حقوق انسانی کی عظیم فتح قرار دیا ہے۔ افسوسناک بات ہے کہ حقوق انسانی کی اس ''عظیم فتح'' میں حکومت پاکستان کے اس کردار کو بھی یکسر فراموش کر دیا گیا کہ جس کا اعتراف امریکیوں کی طرف سے بارہا کیا جاتا رہا ہے۔ افغانستان میں امریکہ سے تعاون اور مذکورہ انسانی حقوق کے فروغ کیلئے اقدامات کے بعد بجا طور پر توقع کی جارہی تھی کہ اس مرتبہ پاکستان میں انسانی حقوق کے ریکارڈ کے کمزور ہونے کی شکایت کی بجائے کلماتِ تحسین سے نوازا جائے گا، مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے ہمارے پالیسی ساز ابھی تک امریکہ کی اصل ذہنیت اور ان کے استعماری عزائم کا مکمل ادراک نہیں کر پائے، ورنہ وہ بہت زیادہ خوش اعتقادی کا شکار نہ ہوتے۔ ترکی سیکولرزم کے اتباع میں یورپ کو بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے، مگر ابھی تک یورپی برادری کی رکنیت کا حقدار قرار نہیں پایا کیونکہ اسلام کا ''پھندا'' اس کے گلے میں اب تک لٹکا ہوا ہے۔ پاکستان میں عورتوں کو ۳۳ فیصد نمائندگی دی گئی ہے جس کی مثال یورپ میں بھی نہیں ملتی، مگر ابھی تک پاکستان کا انسانی حقوق کا ریکارڈ ''بدستور کمزور'' ہے۔ حکومت پاکستان شاید سمجھتی ہے کہ محض مخلوط انتخابات کے اعلان کے بعد اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا فریضہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا ہے۔ مگر ہماری وزارت خارجہ کے ذہین دماغوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان میں اقلیتیں کبھی ''محفوظ'' نہیں ہوگی جب تک کہ قادیانی پاکستان کے آئین کے مطابق اقلیت رہیں گے۔ مزید براں انسانی حقوق کے متعلق پاکستان کا ریکارڈ ''بدستور کمزور'' رہے

گا، جب تک کہ پاکستان میں امریکی دفتر خارجہ کی رپورٹ کے اصل سرچشمے ''حقائق'' اگلتے رہیں گے۔

۷ر مارچ ۱۹۹۹ء کو پاکستانی وزارتِ خارجہ کے ترجمان کا اسی طرح کی امریکی رپورٹ پر ردعمل شائع ہوا تھا جس میں ایسی رپورٹ کا اصل سرچشمہ این جی اوز کو قرار دیا گیا تھا۔ پاکستان کا نام نہاد انسانی حقوق کمیشن امریکی دفتر خارجہ کی رپورٹوں کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔ اگر کسی کو اس بات پر شک ہے تو وہ گزشتہ چند برسوں میں انسانی حقوق کے متعلق شائع ہونے والی امریکی دفتر خارجہ کی رپورٹوں کا موازنہ کر کے دیکھ لیں۔ یہ کمیشن ان خدمات کے بدلے امریکہ اور یورپ سے کروڑوں روپے کے فنڈز وصول کرتا ہے۔ اگر یہ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال کو ''سب اچھا'' قرار دے تو پھر ان فنڈز کی فراہمی کا سلسلہ کیونکر جاری رہ سکتا ہے۔ اس کمیشن کی طرف سے قادیانیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کی مبالغہ آمیز رپورٹوں کا مرتب کرنا بھی قابل فہم ہے۔ اس کمیشن میں عاصمہ جہانگیر اور آئی اے رحمٰن کی موجودگی میں اسی طرح کی رپورٹوں کی توقع ہی کی جاسکتی ہے۔ امریکی رپورٹوں میں اس وقت تک پاکستان میں اقلیتوں کے خلاف جرائم کا گراف بڑھتا ہوا دکھایا جائے گا، جب تک پاکستان میں ۲۹۵ سی کا قانون واپس نہیں لیا جاتا۔

موجودہ دور میں امریکہ سے زیادہ ریاستی دہشت گردی کا ارتکاب کسی اور ملک نے نہیں کیا۔ ۱۹۹۷ء کی رپورٹ میں اقوام متحدہ کے زیر سرپرستی کام کرنے والے انسانی حقوق کمیشن نے امریکہ کو انسانی حقوق کو پامال کرنے والا بدترین ملک قرار دیا تھا۔ مگر امریکہ اپنے آپ کو انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار سمجھتا ہے۔ ''کیچڑ میں لتھڑے ہوئے سوٴر'' کی طرح کا غلیظ شخص اگر بازار میں کھڑا ہو کر صفائی اور پاکیزگی کا درس دینا شروع کردے تو راہ گزاروں کو اس کے گرد جمع ہو کر حاضرین کی طرح اس کی بات سننے کی بجائے اسے خود اپنی غلاظت دور کرنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ اب وقت آگیا ہے کہ پاکستان اور دیگر ممالک انسانی حقوق کے معاملے میں امریکہ سے شاباش کے حصول کی تگ و دو کی بجائے خود جرأت مندانہ طریقے سے اسے آئینہ دکھائیں کہ اس کا اپنا ریکارڈ کتنا بھیانک ہے۔ امریکہ کو پاکستان جیسے ممالک میں انسانی حقوق کے ریکارڈ کی کمزوری کی نشاندہی کی بجائے خود احترامِ انسانیت کی پالیسی پر پرخلوص دل سے عمل کرنا چاہیے۔

''کیچڑ میں لتھڑے ہوئے سوٴر'' کے تذکرے سے جو ہمارے کرم فرما طبیعت میں گرانی محسوس کر رہے ہیں، وہ خوامخواہ پریشان نہ ہوں کہ یہ حیوان یورپ اور امریکہ میں کتے سے زیادہ ''محبوب'' سمجھا جاتا ہے۔ اسکا گوشت مہذب یورپ میں بڑی رغبت سے کھایا جاتا ہے، اس ''اعزاز'' سے سگانِ کم مایہ محروم ہیں۔ شاید امریکیوں کو اس تشبیہ پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ امریکی ناول نگار تو اپنی تخلیقات میں "Pig" کا استعمال اس کثرت سے کرتے ہیں کہ ہمیں خدشہ ہے کہ وہ اسے اپنے حق میں ''توصیفی کلمات'' نہ قرار دیں۔ امریکیوں کی انسانی حقوق سے ''وابستگی'' کے خلاف احتجاج کیلئے اس سے زیادہ موٴثر اگر کوئی تمثیل ہمارے کسی معترض کرم فرما کے ذہن میں ہے، تو ہمیں اسے مطلع ضرور فرمائیں۔

میاں غلام مرتضیٰ

شہزادہ عبداللہ کا مجوزہ منصوبہ امن اور فلسطین

سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے گزشتہ دنوں نیو یارک ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے فلسطین کے مسئلہ کے حل پر تجویز پیش کی کہ اگر اسرائیل 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ سے قبل کی سرحدوں پر واپس چلا جائے تو اسلامی ممالک اسرائیل تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ شہزادہ عبداللہ کی تجویز پر اسرائیل کے صدر موشے کتساف سمیت یورپی یونین اور امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے بھی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ سعودی ولی عہد شہزادہ عبداللہ اپنی یہ تجویز سب سے پہلے عرب سربراہ کانفرنس میں پیش کریں گے جو عنقریب منعقد ہونے والی ہے۔ 22 عرب ممالک کے سربراہوں کی منظوری کے بعد اسرائیل سے بات چیت کا آغاز ہو سکتا ہے۔ اسرائیل کے وزیراعظم ایریل شیرون نے اس تجویز پر معنی خیز خاموشی اختیار کر رکھی ہے تاہم وزیر خارجہ نے تجویز پر بات چیت پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ عالمی برادری میں اس تجویز کو اہمیت دی جا رہی ہے۔ عالمی میڈیا نے بھی سعودی عرب کی تجویز کو امید افزا قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ باون سالہ فلسطینی مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں امکانات روشن ہوئے ہیں۔ تجویز کی تفصیلات ابھی تک پردہ اخفا میں تاہم یہ بات واضح ہے کہ تجویز کے مطابق اسرائیل کو معاہدہ کے مطابق وہ تمام علاقے واپس کرنا ہونگے۔ جس پر اس نے 1967 اور 1973 عرب اسرائیل جنگ کے نتیجہ میں قبضہ کر لیا تھا۔ ان علاقوں میں عرب اردن، مشرقی بیت المقدس، گولان کی پہاڑیوں، صحرائے سینا وغیرہ شامل ہیں۔ صحرائے سینا کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے تحت اسرائیل مصر کے حوالے کر چکا ہے۔

اسرائیلی وزیر خارجہ پیریز شمعون کی خواہش ہے کہ اس سلسلہ میں سعودی عرب سے براہ راست مذاکرات کا اہتمام ہو اور اس میں امریکہ کی شمولیت کی ضرورت یاد رہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے یا اس سے سفارتی تعلقات کے قیام کے سلسلہ میں سعودی عرب سب سے زیادہ مخالف تھا بلکہ یہ ان عرب ممالک کا سرخیل ہے جو اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں نہیں، پہلے تمام عرب ممالک اسرائیل کے تعلقات کے شدید مخالف تھے لیکن سادات نے امریکہ کے دباؤ کے پیش نظر کیمپ ڈیوڈ معاہدہ تسلیم کر لیا، جس کے نتیجہ میں صحرائے سینا کا علاقہ مصر کو واپس مل گیا۔ اس کے بعد یاسر عرفات نے اوسلو

معاہدہ کے تحت اسرائیل کو تسلیم کر لیا۔ معاہدہ اوسلو کے مطابق اسرائیل کے خودمختار فلسطینی راست کو بتدریج تسلیم کرنے کا وعدہ کیا اور امریکی صدر کلنٹن اس معاہدے کی تکمیل کے ضامن بنے، اسرائیل نے طوہاً و کرہاً غزہ کی پٹی اور کچھ علاقہ فلسطینی اتھارٹی کو دے دیا اور چند پرنس اور عرب اردن کا بھی کچھ رقبہ واپس کر دیا لیکن یہ اس رقبے کا صرف ۱۳ فیصد تھا جس پر اس نے مختلف ادوار میں قبضہ کیا تھا۔ سابق امریکی صدر کلنٹن کی صدارت کے آخری مہینوں میں اسرائیل مشرقی بیت المقدس کو واپس کرنے سے مکر گیا۔ کلنٹن نے بھی اس کی حمایت کردی کیونکہ اسرائیل بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنانے کا یک طرفہ اعلان کر چکا تھا۔ یاسر عرفات نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی قرار دیا تو کلنٹن بپھر گیا، اس نے اسرائیل کی مذمت کرنے کی بجائے یاسر عرفات پر ہٹ دھرمی کا الزام لگایا، اور کہا کہ یاسر عرفات کو اس کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔ چنانچہ اس دن سے اسرائیل نے فلسطین پر مختلف حیلوں بہانوں سے حملے شروع کر دیئے، حتیٰ کہ موجودہ اسرائیلی وزیراعظم نے جو گزشتہ حکومت میں بھی شامل تھا، مشرقی بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا دورہ کیا جس سے فلسطینی مشتعل ہو گئے۔ یہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی تھی، اس نے فلسطین کی سرحدیں بند کر دیں جس سے لاکھوں فلسطینی جو اسرائیل علاقوں میں مزدوری کیلئے آتے تھے، محصور ہو کر رہ گئے۔ اس کے بعد اسرائیل نے اپنی بری اور فضائی افواج کے ذریعے فلسطین پر باقاعدہ حملے شروع کر دیئے اور اعلان جنگ کر دیا۔ بش صاحب امریکی صدر بنے تو انہوں نے بھی اسرائیل کا ساتھ دیا اور یاسر عرفات کو دہشت گردی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ فلسطینی غلیل کے ساتھ روڑے ماریں یا پھر ہاتھوں سے پتھر اور اینٹ کے روڑے پھینکیں تو دہشت گرد کہلائیں اور اسرائیل کے تربیت یافتہ فوجی بمباری کریں، میزائیل چلائیں، بلڈوزروں سے آبادیاں ملیامیٹ کریں، بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا قتل عام کریں تو اسے امریکی ''ذاتی تحفظ'' قرار دیتا ہے۔ امریکہ کے اس دوغلے اور دوہرے معیار نے اسرائیل کو بے لگام کر دیا ہے اور وہ روزانہ منظم طریقے سے کسی نہ کسی علاقے یا بستی پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے اور مسلمانوں کو قتل عام کے ذریعے ختم کر رہا ہے۔۔

فلسطین اتھارٹی کے سربراہ یاسر عرفات اور ان کے ساتھی وزراء تک محفوظ نہیں یاسر عرفات کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا گیا ہے اور وہ رملہ میں محصور ہیں، انہیں کسی دوسری جگہ جانے کی اجازت نہیں۔ امریکہ کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی ضمانت سے مکر گیا ہے۔

تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ لیبیا، شام اور لبنان نے سعودی عرب کے مجوزہ امن منصوبے کی مخالفت کر دی ہے۔ لیبیا نے تو عرب لیگ سے علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے۔ لیبیا کے صدر معمر قذافی نے اس سلسلہ میں تین شرائط پیش کی ہیں، جن کے تسلیم ہونے کے بعد وہ اس امن منصوبہ کی حمایت کر سکتا ہے۔ لبنان اور شام نے بھی اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عملدرآمد کا مطالبہ کیا ہے کہ تمام فلسطینی مہاجرین کو اپنے گھروں میں واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ بہر حال متذکرہ بالا مطالبہ بھی معقول اور ضروری ہے کیونکہ شام، مصر، اردن اور لبنان میں لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی مہاجرین پچاس برس سے رُل رہے ہیں، ان کی واپسی لازم ہے۔ تا کہ وہ اپنے چھوڑے ہوئے گھروں میں آباد ہو سکیں۔ اسرائیل ان فلسطینی مہاجرین کی واپسی سے انکار کرتا ہے کیونکہ مہاجرین کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر یہودی قابض ہیں۔ انہوں نے سرکاری سرپرستی میں وہاں بستیاں آباد کر رکھی ہیں۔ مہاجرین کی واپسی کے نتیجہ میں یہودیوں کو وہ علاقے خالی کرنا پڑیں گے جو فلسطینی باشندوں کی ملکیت ہیں۔ مزید براں اسرائیل اس بات سے بھی خائف ہے کہ مہاجرین کی واپسی کی صورت میں فلسطینیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ جس سے اسرائیل کیلئے مشکلات پیدا ہو جائیں گے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسرائیل ایک طرف تو دنیا بھر میں آباد یہودیوں کو اسرائیل میں آباد ہونے کی دعوت دیتا ہے اور اب تک لاکھوں یہودی روس امریکہ اور یورپی ممالک سے آ کر اسرائیل آباد ہو چکے ہیں۔ لیکن فلسطین خانماں برباد مہاجروں کو واپس آنے کی اجازت دینے کیلئے تیار نہیں، اس سے بڑی منافقت اور مداہنت کیا ہو سکتی ہے؟

نیویارک میں ۱۱ رستمبر کے واقعہ کے بعد دنیا بھر میں بڑی بڑی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ کون جانتا تھا کہ امریکہ جنوبی ایشیاء میں اپنی افواج لا بٹھائے گا اور افغانستان کو طالبان اور القاعدہ کے بہانے تباہ و برباد کر دے گا۔ ۱۱ رستمبر کے بعد ٹونی بلیئر نے مشرق وسطیٰ کا دورہ کرتے ہوئے بیان دیا تھا کہ ''زمین کے بدلے امن'' کے منصوبہ کو پایہ تکمیل پہنچانا اور فلسطینی ریاست کا قیام لازمی ہے۔ جس سے امید کی شمع روشن ہوئی تھی۔ لیکن افغانستان میں طالبان کے سرنڈر ہوتے ہی امریکیوں اور برطانویوں نے وعدوں کو ایک بار پھر طاق نسیاں پر رکھ دیا اور اس دوران میں اسرائیل پوری شدت کے ساتھ فلسطینی علاقوں پر حملے کر کے ظلم و ستم کا بازار گرم کرتا رہا لیکن انسانیت کے علمبرداروں، انسانی حقوق کے ٹھیکیداروں اور تہذیب کے دعوے داروں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ مسلمان کٹتے اور مرتے رہے، بچے آہ و بکا کرتے رہے، عورتیں واویلا کرتی

رہیں اور بے چارہ یاسر عرفات گڑگڑا تا رہا۔لیکن نیو یارک یا واشنگٹن سے کوئی امداد کو نہ آیا۔ بلکہ الٹا یاسر عرفات پر دہشت گردی اور تشدد کو ہوا دینے کے الزام لگتے رہے۔تمام دنیائے اسلام پر مصیبت اور مشکلات کا زمانہ آ چکا ہے۔کسی مسلمان حکومت میں دم خم نہیں کہ وہ آگے بڑھ کر احتجاج ہی کر سکے کیونکہ جو احتجاج کرتا ہے اس پر دہشت گردی یا اس کی حمایت کا الزام لگایا جاتا ہے اور اسے دشمنوں کی فہرست میں ''برائی کے محور'' کہہ کر شامل کر لیا جاتا ہے۔

ابتلاء ومصائب کے اس دور میں شہزادہ عبداللہ نے امید افزا تجویز پیش کر کے اپنے تدبر اور امن پسندی کا لوہا منوالیا ہے، جس پر اہل مغرب کو مثبت ردعمل کا اظہار کرنا پڑا ہے۔۱۹۶۷ء کی سرحدوں پر واپسی کے باوجود اسرائیل خسارے میں نہیں رہے گا کیونکہ اس نے ۱۹۴۸ء میں اپنے قیام کے فوراً بعد ہی عربوں کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا جو اقوام متحدہ کی تقسیم فلسطین کے مطابق عربوں کے حصے میں آئے تھے۔۱۹۶۷ء سے پہلے کی سرحدوں پر واپسی کو اسرائیل من وعن تسلیم بھی کر لے تو ۱۹۴۸ء کے دوران قبضہ شدہ، علاقے اسرائیل کے پاس ہی رہیں گے۔سراسر دھاندلی، ناانصافی اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے یکسر منافی ہے کیونکہ اقوام متحدہ مختلف اوقات میں منظور شدہ قراردادوں میں منظوری دے چکی ہے کہ اسرائیل تمام مقبوضہ علاقے واپس کرے۔

بہر حال ''یونی لیٹرل''، یعنی ایک قطبی دنیا میں جس کا اب امریکہ اکیلا ہی مالک ومختار ہے۔بے بس اور کمزور عرب کیا کر سکتے ہیں۔۱۹۶۷ء سے پہلے کی سرحدوں پر ہی اسرائیل واپس چلا جائے تو غنیمت ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل مشرقی بیت المقدس اور مغربی دیوار گریہ کے علاقے کسی طرح بھی واگزار نہیں کرے گا۔مزید براں جن علاقوں میں اس نے یہودی بستیاں بزور طاقت تعمیر کی ہیں، ان سے بھی دستبردار نہیں ہوگا اور اگر دستبردار ہو بھی جائے تو وہاں سے اپنی افواج کو واپس نہیں بلائے گا کیونکہ یہودی آبادکاروں کے تحفظ کے بہانے وہ وہاں اپنی افواج رکھنا چاہتا ہے۔تادم تحریر امریکی صدر بش نے بھی پرنس عبداللہ کے منصوبہ امن کی حمایت کر دی ہے۔

دیکھئے! حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟

گنبدِ نیلو فری رنگ بدلتا ہے کیا
دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا

مولانا محمد مغیرہ
(قسط نمبر ۴)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

(اس سلسلے کی تیسری قسط فروری میں شائع ہوئی تھی)

امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ، روضۂ اقدس پر پڑھا گیا صلوٰۃ وسلام خود سماعت فرماتے ہیں، لیکن مجلّہ ''نغمہ توحید'' کے مدیر محترم کے نزدیک یہ (معاذ اللہ) شرکیہ عقیدہ ہے۔ ان کی اس رائے میں چند در چند جھول ہیں اور ان کا موقف سر بسر تضادات وتسامحات اور اسقام ومغالطات پر مبنی ہے۔ اس بات کی وضاحت ہمارے اس سلسلۂ مضامین کی گزشتہ اقساط میں بخوبی ہو چکی ہے۔

مدیر ''نغمہ'' نے ایک حوالہ ''تعلیم الاسلام'' کا بھی دیا ہے کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ ''شرک'' کی ذیل میں لکھتے ہیں: ''یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، سب شرک ہے''

قارئین سے گزارش ہے کہ اس عبارت کو بغور پڑھیے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا اس کی رو سے، امت کا یہ عقیدہ کہ ''روضہ اقدس پر پڑھے ہوئے صلوٰۃ وسلام کو آپ ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں'' شرکیہ کہلا سکتا ہے؟ نمعلوم مدیر ''نغمہ'' نے اس عبارت میں کیا بات دیکھی کہ اسے یوں اہتماماً پیش فرمایا۔ حالانکہ ''اقوال بزرگاں'' کی ''پزیرائی'' جس طریقے سے مدیر محترم کا قبیلۂ فکر، پچھلے چوالیس سال سے کرتا چلا آ رہا ہے، اس کے پیش نظر پہلی بات تو یہاں، یہی عرض کی جانی چاہیے کہ حضور! مفتی کفایت اللہ صاحب کی کتاب ''تعلیم الاسلام'' نہ کتاب اللہ ہے اور نہ حدیث رسول اللہ کا مجموعہ۔ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ کے ہوتے ہوئے کسی بزرگ، کسی عالم، کسی مفسر کے قول وفرمان کی ضرورت ہی کیا ہے آپ کو؟ تاہم ...... ہم محترم محمد الفصاد کے اس عمل کی تحقیر نہیں کرتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ کسی عالم ومفتی کو تو یہ سند حاصل ہوگئی کہ محترم محمد الفصاد صاحب بھی ان پر اعتماد کرنے لگے۔ ہماری گزارش صرف اتنی سی ہے کہ محمد الفصاد صاحب اگر واقعی مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے نزدیک واقعی وہ معتمد عالم ہیں تو مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کا یہ فتویٰ بھی پڑھ لینا مناسب ہے۔ شاید یہ فتویٰ ان کی نظروں سے ابھی تک نہیں گزرا۔ جس میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں......

''صلوٰۃ وسلام کے ساتھ ''یارسول'' و ''یا حبیب'' نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے، جائز

اور درست ہے..... ہاں اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہونا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم، اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف وعلم کے؟ پہلی صورت بداہیۃً باطل اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے'' (الخ)

(کفایت المفتی، جلد ا، ص ۱۶۰۔۱۵۹)

پھر پڑھیے، بغور پڑھیے! مفتی صاحب مرحوم اپنے اس فتویٰ میں فرما رہے ہیں.....''اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے''۔ تو اس فتویٰ میں مفتی کفایت اللہ صاحب قبر مبارک میں جسد اطہر کے ساتھ روح مبارک کے دائمی تعلق کو تسلیم فرما رہے ہیں اور اس سے آپ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا صرف خود ہی نہیں مان رہے بلکہ اہل سنت و الجماعت کا مذہب بتا رہے ہیں۔ جو شخص حضور علیہ السلام کو قبر اطہر میں زندہ نہیں مانتا اور روح کا وجود اطہر کے ساتھ دائمی تعلق نہیں مانتا مفتی صاحب اہل سنت والجماعت سے اس کا خارج ہونا بیان کر رہے ہیں۔

کیا آزاد خیال گروپ کے محترم محمد الفصاد صاحب، مفتی کفایت اللہ مرحوم کے اس فرمان کو ماننے کیلئے تیار ہیں؟ یا اہل سنت والجماعت سے اپنا خروج بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کا فیصلہ محترم محمد الفصاد صاحب کو بہر حال کرنا ہے۔

اب آیئے اس طرف کہ مفتی کفایت اللہ مرحوم اپنی کتاب ''تعلیم الاسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، سب شرک ہے''۔

قارئین! یہ بات مفتی صاحب مرحوم کی یقیناً بالکل درست ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ ہر کسی کی ہر بات کو دور و نزدیک سے سنتے ہیں اور ہر کسی کے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھتے ہیں اگر کسی کا کسی ولی یا پیغمبر کے بارے میں یہ اعتقاد ہے تو وہ یقیناً شرک ہے۔ ہمارا (اور خود مفتی صاحبؒ کا) عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام صرف روضہ اطہر پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں جبکہ دور سے پیش کیا جانے والا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ سے آپ تک

پہنچایا جاتا ہے...... یہ کیسے شرک ٹھہرا؟ ہم نے کب کہا کہ ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے آپ ﷺ سنتے ہیں یا ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے آپ ﷺ دیکھ لیتے ہیں۔

یہ بات تو ایک عام اردو پڑھا لکھا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفتی صاحب مرحوم کیا فرما رہے ہیں مگر محترم محمد الفضا د صاحب نہیں سمجھ نہیں پا رہے اور مفہوم کو خلط ملط کر کے، کیا سے کیا بنا رہے ہیں۔ افسوس، عبارت فہمی کے اسی ''ملکہ'' اور تحقیق و تدبر کے اسی ''ہنر'' نے ہمارے آزاد خیال دوستوں کو یہ جرأت دلائی ہے کہ وہ متفقہ اور اجماعی عقائد کے باب میں نئی نئی بحثیں چھیڑیں، قطعی الثبوت حقائق کو جھٹلائیں اور مسلم الثبوت مسائل کو از سر نو الجھائیں۔

تائید مزید: ہم اپنا مضمون مکمل کر چکے تھے کہ ''نغمہ توحید'' بابت دسمبر ۲۰۰۰ء کے صفحہ ۴۶ پر اتفاقاً نظر جا پڑی۔ اس پر یہ لکھا پایا...... ''اللہ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد علماء کو جنہوں نے کھوٹے کھرے میں تمیز بیان کی'' معاً خیال آیا کہ مولانا حسین علی صاحب مرحوم کی کوئی کتاب مل جائے تو مولانا کے عقائد سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ پوچھ گچھ سے معلوم ہوا کہ مولانا حسین علی مرحوم کی ایک کتاب ''تحریرات حدیث علی اصول التحقیق'' تھی جواب نایاب ہو چکی ہے۔ ایک مہربان کی اطلاع پر کتاب بڑی بھاگ دوڑ سے حاصل کی۔ مگر صاحب کتاب مجھے دینے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ البتہ تھوڑے وقت کے لئے ان کے پاس بیٹھ کر کتاب دیکھنے کی اجازت مل گئی۔ مختصر وقت میں مجھ جیسا کم علم کیسے مکمل کتاب دیکھ پاتا؟ لیکن صاحب کتاب سے درپیش مسئلے کا تذکرہ کیا انہوں نے صفحہ ۲۱۱ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ جس پر یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے لکھی ملی۔

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیاً ابلغته

جس سے محسوس ہوا کہ اتنے اجل فاضل اور آزاد خیال گروپ کے راہنما محمد الفضا د صاحب کے مقتدا اور پیشوا حضرت مولانا حسین علی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں اس حدیث کو جگہ دی کہ جس کی سند میں مجروح راوی سدی صغیر موجود ہے تو یقینی طور پر ان کا مسلک بھی وہی ہوگا جو امت مرحومہ کا ہے، کیونکہ امت مرحومہ کے علماء محدثین نے سند پر بحث کے باوجود اس حدیث کو قبول کیا ہے اور مولانا حسین علی صاحب بھی اسے اپنی کتاب میں قبول کر رہے ہیں۔ چونکہ کتاب کا مکمل مطالعہ نہ ہو سکا تھا، سو کوشش کی گئی کہ مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد علماء پر اعتماد کیا جائے اور ان سے معلوم کیا جائے کہ ان کا اس معاملہ میں کیا عقیدہ و مؤقف ہے؟ قدرے جستجو سے، ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' بابت ماہ اگست ۱۹۶۳ء میسر آ گیا جو مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے زیر نگرانی نکلتا رہا۔ مجلّہ کے صفحہ ۲۴ پر یہ عبارت پائی گئی ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے

اوراس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں''۔اس عبارت پر مولانا غلام اللہ خاں مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ کے تائیدی اور تصدیقی دستخط بھی پائے گئے ،جس سے یقین ہوگیا کہ مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد صاحب وہی مؤقف اختیار کئے ہوئے ہیں، جو امت مرحومہ کا ہے۔انہیں یہ مؤقف کہاں سے حاصل ہوا؟ لازماً اپنے استاذ مولانا حسین علی صاحب مرحوم سے۔لہٰذا یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مولانا حسین علی صاحب مرحوم نے ،جب حدیث مذکور اپنی کتاب میں درج کی تو واقعی وہ اس حدیث کے معنیٰ ومفہوم کو صحیح سمجھتے تھے اور ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا الصلوٰۃ وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں۔اسی طرح سے مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہ ہیں؛ جن کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے ان کی کتاب ''تسکین الصدور'' کا مطالعہ ہمیں نصیب ہوا۔وہ بھی امت مرحومہ کے متفقہ عقیدہ کے ساتھ وابستہ پائے گئے۔حتیٰ کہ مولانا حسین علی مرحوم کے خلیفہ مولانا نصیر الدین غور غشتی کا جب مؤقف پڑھا تو وہ فرما رہے تھے کہ'' سردار انبیاء خاتم النبیین ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو حیات ان کی شان کے مناسب ہے اللہ نے قبر میں وہ حیات ان کو دی ہے جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ ہے۔مٹی کوئی اثر جسد اطہر پر نہیں کرسکتی۔اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود وسلام جہراً پڑھ ڈالے تو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں'' (بحوالہ ''مقام حیات'' ص ۶۹۷)

قارئین محترم! ہم نے ابتداء مضمون میں جو دعویٰ پیش کیا تھا کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں،اس پر آزاد خیال گروپ کے محترم محمد الفصا د صاحب کے مرشد معنوی حضرت مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد علماء کو ہم نے متفق پایا تو ہم بجا طور پر یہ عرض کر سکتے ہیں کہ عقیدۂ حیات اس تفصیل کے ساتھ کہ'' آپ ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے آپ ﷺ اپنے روضہ اقدس پر پیش کیا جانے والا الصلوٰۃ وسلام خود سماعت فرماتے ہیں'' پوری امت محمدیہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔

(جاری ہے)

غدارانِ ختم نبوت کا عبرتناک انجام

جن لوگوں نے مسئلہ ختم نبوت کو اپنے اقتدار کی مسند پر قربان کیا، تحریک تحفظ ختم نبوت میں مسلمانوں کو شہید کیا اور اُن کے خون سے ہولی کھیلی، میں اندر خانے کے راز دار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ اُن کے شب وروز کی ویرانی کا حال کیا ہے اور ان کے دل ودماغ پر کیا بیت رہی ہے؟ اور وہ کن حادثات وسانحات کا شکار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اُن کے قلوب کا اطمینان سلب کرلیا۔اور اُن کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کردیا۔ (سردار عبدالرب نشتر) تحریک ختم نبوت، صفحہ ۱۴۲،از شورش کاشمیریؒ

پروفیسر خالد شبیر احمد (مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان) (قسط نمبر ۲)

اکابر اسلام اور قادیانیت

سوڈان میں وہ ایک مہدی کی فوق العادت قوت کا مشاہدہ کر چکے تھے اور ابھی تک وہ اپنے وسیع ذرائع و وسائل کے باوجود مہدی سوڈانی اور اس کے درویشوں کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ کلکتہ کے ایوان حکومت، ہندوستان کے برطانوی دارالحکومت اور اس کے مشیر سخت اضطراب کے عالم میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ ایک مہدی نے ہندو کش کی بلندیوں سے اتر کر جہاد کا علم بلند کر دیا تو ہم کیا کریں گے؟ روس یقیناً اس موقع سے فائدہ اٹھائے گا۔ افغانستان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ باقی رہے ہندستان کے مسلمان تو جہاد کے نفیرِ عام کے بعد شاید وہ بھی بغاوت پر آمادہ ہو جائیں۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر چار الفاظ تھے۔ مہدی، جہاد، روس اور امیر کابل۔ اور ہندستان کے نائب السلطنت کی زبان بھی انہیں الفاظ کے اعادہ و تکرار کیلئے وقف ہو چکی تھی۔ اس زمانے میں ڈاکٹر ہنٹر نے اپنا مشہور رسالہ ''انڈین مسلمانز'' لکھا، جس میں انہوں نے سلطنت اور امارت کے باب میں مسلمانوں کے معتقدات بیان کر کے حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ اسے مسلمانوں کی جانب سے کبھی مطمئن نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ قوم مذہباً اس امر پر مجبور ہے کہ کسی غیر مسلم فرماں روا کی اطاعت قبول نہ کرے۔ سرسید احمد خان نے اس کے ردّ میں ''اسباب بغاوت ہند'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ سرسید پہلے ہی مسلمانوں کے لئے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ وہ محکومی کی موجودہ حالت پر قناعت کر کے اپنی اندرونی اصلاح اور تعلیم کے مسئلے پر اپنی تمام توجہات صرف کر دیں۔ ''انڈین مسلمانز'' کے بعد ان کے خیالات زیادہ پختہ ہو گئے اور وہ انگریزوں اور مسلمانوں کے مابین بہتر تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ساتھ ہی انہوں نے اسلام کو علومِ جدید کے مطابق کرنے کی سعی کی۔ مسئلہ جہاد کی تاویل کی، ظہور مہدی کے مسئلہ کا سختی سے انکار کیا اور اشاعت تعلیم کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ انگریزوں کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو مذہب کے حربے سے لوگوں کے دلوں پر ان کی وفاداری اور اطاعت منقوش کرائے۔ دنیوی فرماں رواؤں نے مذہب کو ہمیشہ اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ انگریز اپنے ملک میں مذہب کو ایک کارآمد سیاسی حربے کی حیثیت سے استعمال کر چکے تھے۔ کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں کے باشندوں کے دلوں پر مذہب کی گرفت مضبوط رہی ہے۔ یہی حربہ استعمال نہ کیا جائے۔ اگر افریقہ میں ایک جہاد کی دعوت دینے والا مہدی سوڈانی ہو سکتا ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں حکومت سے وفاداری کا وعظ کرنے والا مہدی پیدا کر دیا جائے۔

غرض مرزا غلام غلام احمد قادیانی نے جب اپنی تحریک کا آغاز کیا تو اس کی نشو ونما کیلئے بے حد مساعد حالات اور سازگار فضا مہیا ہو چکی تھی تو ابتدا میں وہ ایک اسلامی مبلغ کی حیثیت سے روشناس خلق ہوئے (ا) پھر انہوں نے اپنے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد کہنا شروع کیا اور اس دعوے کے لئے انہیں کوئی تردد نہ کرنا پڑا۔ کیونکہ لوگوں کے کان تجدید دین کے دعوے سے پہلے ہی آشنا ہو چکے تھے۔ اور خود اس زمانے میں ایک سے زیادہ مدعیان تجدید موجود تھے۔ ہاں ان لوگوں کو الہام کا دعویٰ نہیں تھا۔ مرزا قادیانی نے الہام کا دعویٰ بھی کیا اور اس خیال سے کہ یہ دعویٰ الہام لوگوں کو برہم نہ کردے اور کہیں وہ بے قابو نہ ہو جائیں۔ انہوں نے اپنے اس زمانے کو آریہ سماجیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔ یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی۔ اکثر مسلمان علماء یہ سمجھ کر خاموش رہے کہ مرزا غلام احمد کے ادعائے الہام سے انکار کرنا گویا آپ کو اسلام کی صداقت کی ایک عمدہ دلیل سے محروم کر دینا ہوگا۔ اب مرزا قادیانی نے آگے قدم بڑھایا یعنی مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ اور ظہور مہدی کے متعلق جو مجروح اور نا قابل اعتناء روائیتں احادیث میں موجود ہیں ان سے استفادہ کرنے لگے۔ اس دعوے کا ثبوت فراہم کرنے میں انہیں بہت سی ضعیف اور نا قابلِ اعتماد حدیثوں سے مدد ملی جو مجوسیوں نے اپنے غلبہ اور استیلاء کے زمانے میں وضع کر لی تھیں اور جن کا مفہوم یہ تھا کہ مہدی عجمی النسل ہوگا۔

خراسان سے مہدی کا ظہور، مہدی کے ابنائے فارس میں سے ہونا، مہدی کا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نسل میں ہونا، اس قسم کی حدیثیں ہیں۔ مرزا صاحب مغل تو تھے ہی، انہوں نے فوراً اپنا سلسلۂ نسب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملا دیا۔

مسلمان عیسائیوں کے غلبے کو دجال کے خروج کی نشانی سمجھتے تھے۔ بلکہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ دجال سے مراد انگریز ہیں۔ مرزا قادیانی نے اس عام خیال سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں کو دجال کہنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی اس نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو ظلی و بروزی نبی کہنے لگا اور فنافی الرسول کے صوفیانہ عقیدے کا جوڑ ظل و بروز سے ملا دیا اور جب وہ اچھی خاصی جماعت فراہم کر چکے تو ظلی نبی کی بجائے اپنے لئے نبی کی اصطلاح آزادانہ استعمال کرنے لگے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مرزا قادیانی کے حلقہ ارادت میں سب سے پہلے وہی لوگ شامل ہوئے جو فرنگی دشمنی کے باعث ہندوستان بھر میں مشہور تھے۔ یعنی وہابی جماعت کے لوگ جوق در جوق ان کے مریدوں میں شامل ہونے لگے۔ مہدویت اور مسیحیت کا دعویٰ کرنے سے پہلے خود مرزا قادیانی اپنے عام عقائد کے اعتبار سے وہابی (غیر مقلد) تھے

(ا) راقم کے نزدیک مرزا صاحب کا ذوقِ تبلیغ بھی سیاسی مقاصد کی پیداوار ہے۔ انگریزی حکومت کے استحکام کیلئے یہ ضروری تھا کہ مختلف مذاہب کے لوگوں کو آپس میں لڑایا جائے اور ہزار غلام احمد اور سوامی دیانند یہ خدمت جس خوش اسلوبی سے انجام دی ہے اس کی تفصیل غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ (حسرت)

لیکن ان کی وہابیت پر تصوف کا گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ان کے افکار میں کہیں کہیں وحدتِ وجود کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔اور وہ خدا کے تجسّم وتشبہ کے بھی قائل معلوم ہوتے ہیں۔

خُدا کا یعقوب سے کُشتی لڑنا، اور حضرت ابراہیم کا خدا کو ممرے کے بلوطوں میں دیکھنا یہود کے عام معتقدات میں سے ہے۔مرزا قادیانی کا عقیدہ بھی توحید وتنزیہہ کے اسلامی عقیدہ کے بجائے یہود کے اس عقیدہ تجسیم سے ملتا جلتا ہے۔چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ خدا کو تیندوے کی صورت میں اور دوسری جگہ ہاتھی دانت کی شکل میں پایا۔اس کے علاوہ انہوں نے اسے بیداری کی حالت میں کاغذات پر دستخط کرتے بھی دیکھا۔چنانچہ سب قدرت کی روشنائی سے مرزا قادیانی کے کپڑے داغدار ہوگئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جتنے باطل تصورات پیدا ہوئے ہیں وہ سب اپنی ایک ترقی یافتہ صورت میں مرزا قادیانی کے ہاں موجود ہیں۔ان میں وہابیت کا ظاہر تو ہے لیکن اس کے باطن یعنی ذوق جہاد سے سروکار نہیں۔وہ سرے سے جہاد بالسیف کے منکر ہیں اور انگریزی حکومت کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں۔وہ صوفی بھی ہیں۔لیکن ان میں نہ تو صوفیوں کی سی فراخ دلی اور وسعت نظر ہے، نہ بے نیازی اور قناعت۔وہ اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔اپنے مخالفوں کو بے دریغ گالیاں دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔انہوں نے تصوف کے صرف عقائد کو قبول کرلیا جو مجوسی عقائد کی صدائے بازگشت معلوم ہوتے ہیں اور جنہیں اسلامی تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔یعنی ظلی وبروز تشبہ وتجسّم اور وحدت الوجود ان پر ''بابی تحریک''(۱) کا بھی کافی اثر پڑا۔چنانچہ چند مسائل کو مستثنیٰ کردیجیے تو ان کے اور محمد علی کے دعوے میں کوئی فرق نہیں رہتا۔وفاتِ مسیح کا عقیدہ جس پر ان کے دعوے کی عمارت استوار ہے، انہوں نے سر سید احمد خان سے لیا ہے۔اسلامی عقائد کی نئی تعبیر وتفسیر اور علوم جدیدہ سے ان کی تطبیق کے باب میں بھی وہ سر سید کے متبع ہیں۔لیکن ان کی تحریک میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔وہ تنسیخ جہاد اور انگریزوں کی خلافتِ الٰہیہ کے مسائل ہیں ،اُن کی کتابوں میں کوئی دوسرا مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر انہوں نے اس جوش وخروش کے ساتھ بار بار کیا ہو۔ان کے خیالات میں تضاد وتباین بے حد ہے وہ خود اپنے دعاوی کے متعلق ایسی متضاد باتیں کہتے ہیں کہ پڑھنے والا پریشان ہوجاتا ہے۔لیکن تنسیخ جہاد اور حکومت انگریزی کی اطاعت کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہر قسم کے ابہام وتضاد سے پاک ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مسائل کو اصل کی حیثیت حاصل ہے اور دوسرے تمام مسائل حتیٰ کہ ان مولانا چراغ حسن حسرتؒ کے اس مضمون کے طویل اقتباس سے یہ بات واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ برطانوی استعمار کے مخصوص مقاصد کی خاطر

---

(۲) جدید تحقیق سے ثابت ہوچکا ہے کہ ''بابی تحریک'' روس کے سیاسی مصالح کی پیداوار تھی (حسرت)

''قادیانیت'' کے پودے کی آبیاری کی گئی۔ اسے آب ودانہ مہیا کیا گیا۔ تاکہ اس کے برگ وبار سے برطانوی استعمار کی قوت میں اضافہ کرکے ملت اسلامیہ کے اتحاد اور اس کی قوت کو پارہ پارہ کرکے رکھ دیا جائے۔ دنیائے اسلام کے مسلمانوں میں ملی تشخص کا تصور نہ ابھر سکے اور مسلمانانِ عالم برطانوی تسلط کی جکڑ بندیوں میں پھنس کر ذلیل وخوار ہوتے رہیں۔ ایک طرف مسلمانوں کی ایسی تحریکیں تھیں جو عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ تاکہ مسلمان انگریزی استعمار سے چھٹکارا حاصل کرکے اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہوسکیں۔ تو دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر ایسے فتنے جگائے جارہے تھے کہ مسلمان غلامی کے طوق کو گلے میں ڈالے یونہی ذلیل وخوار ہوکر برطانوی شوکت وسطوت کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہیں۔ یہ دو قوتیں خصوصیت کے ساتھ ہر مسلم ملک کے اندر ایک دوسرے کے مدمقابل تھیں۔ ہندوستان کو ایک لحاظ سے دوسرے ملکوں پر فوقیت حاصل تھی۔ ہندوستان کے اندر انگریزی حکومت کا استحکام دوسری اقوام عالم کو انگریزوں کا غلام رکھنے میں ایک مؤثر کردار ادا کررہا تھا۔ انگریزوں نے جاگیردارانہ نظام کو مضبوط ومستحکم بنیادوں پر استوار کرکے عام لوگوں تک رسائی حاصل کرلی تھی۔ اور یہ جاگیردار اور ان کی جاگیریں ایک طرح کے استعماری قلعے بن گئے تھے جہاں بیٹھ کر انگریز حکمران ہندوستان کے اندر اپنے راج کو بآسانی مضبوط ومستحکم بنیادیں فراہم کرسکتے تھے۔ جاگیردار طبقہ انگریز کی غلامی پر فخر کرتا تھا۔ ان کی حکومت کی فیوض وبرکات کو داستانوں کی صورت میں بے شعور لوگوں کے سامنے بیان کرکے ان کے دلوں میں انگریزی حکومت کیلئے وفاداری کے جذبات پیدا کرنا اپنے لئے ایک فرض سمجھتا تھا۔ اس خدمت کے صلہ میں کبھی کبھی کوئی انگریزی افسر کسی ڈیرے دار کے ہاں مہمان ٹھہرتا تو ڈیرے دار اسے شکار کے بہانے علاقے میں نکلتے۔ عام آدمی یہ دیکھ کر کہ وقت کا حاکم خان صاحب، مہر صاحب، چودھری صاحب، ٹوانہ صاحب، نون صاحب، قاضی صاحب کا دوست اور مہمان ہے۔ جاگیردار سے اور زیادہ مرعوب ہوجاتے اور پہلے سے زیادہ جاگیردار کے مطیع ہوکر انگریزی تسلط کے استحکام کا باعث بنتے۔ انگریز سرکاری افسر جاتے ہوئے جاگیردار کو مزید مضبوط بھی بناتا اور اسے اپنے مقاصد کیلئے استعمال بھی کرتا۔

میرے خیال میں قادیانیوں اور جاگیرداروں دونوں کا کردار بنیادی طور پر ایک ہی نوعیت کا تھا۔ مقاصد دونوں طبقوں کے یکساں تھے۔ لیکن قادیانیوں کو جاگیرداروں پر یوں برتری حاصل تھی کہ وہ ایک جماعتی طاقت کے ساتھ منظم ہوکر پورے عالم اسلام میں انگریزوں کیلئے کام کررہے تھے۔ جبکہ جاگیرداروں کی برطانیہ نواز سرگرمیوں کا مرکز ومحور صرف اور صرف ہندوستان تک ہی محدود تھا۔ تاہم عام مسلمانوں کو انگریزی فوج میں بھرتی کی ترغیب دے کر پوری ملت اسلامیہ کو

---

(۳) مقدمہ ''ارمغان قادیان'' (چراغ حسن حسرت) مکتبہ کارواں۔ لاہور

منقول از ''نقیب ختم نبوت'' ملتان رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ بمطابق اپریل ۱۹۹۰ء جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۴، صفحہ ۱۰ تا ۱۶

انگریزوں کا غلام بنانے میں مدد ومعاون تھے۔

ایسے حالات میں مجلس احرار اسلام جیسی دینی، سیاسی اور انقلابی جماعت جسے جماعت سے زیادہ اگر ایک تحریک کا نام دیا جائے تو زیادہ مناسب بات ہے۔ایک ایسی تحریک جس میں شامل بہادر اور غیرت مند مسلمان جو دینی جذبات سے سرشار ہو کر فقط خداوند تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے قربانی وایثار کی ایک نئی تاریخ رقم کر رہے تھے۔جن کا خمیر ہی انگریز دشمنی کے جذبات سے اٹھا تھا، جو انگریزوں کو خدا کی اس پاک دھرتی پر خدائی حاکمیت اور اتحاد بین المسلمین کا ازلی اور ابدی دشمن گردانتے تھے۔جن کی انگریز دشمنی ضرب المثل بن چکی تھی۔جن کے رہنما قرآنی تعلیمات کو مشعل راہ تصور کرتے تھے کہ قرآن پاک میں بھی یہی ارشاد ہے کہ ''یہودی اور نصرانی کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے'' ان دو طبقوں سے کیسے غافل رہ سکتے تھے۔جس راہ پر احرار چل رہے تھے۔قادیانی ہوں یا پھر استعمار پرست جاگیردار، سرمایہ دار دونوں اس راہ پر احرار کے سب سے بڑے مدمقابل تھے۔جو اپنی تمام تر طاقت انگریزی اقتدار کو برقرار رکھنے پر صرف کر رہے تھے۔ادھر کارکنانِ احرار اسلام سے لے کر رہنمایانِ احرار اسلام تک سبھی من حیث الجماعت مصمم ارادہ کئے ہوئے تھے کہ ہندوستان کی سرزمین پر انگریز جیسے دشمنِ اسلام کو چین سے حکومت نہیں کرنے دیں گے۔احرار اپنے آپ کو جنگ پلاسی پر شکست کھا جانے والوں کے بعد سلطان حیدر علیؒ اور ٹیپو سلطانؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تحریک ریشمی رومال اور پانچ مقدمہ ہائے سازش (۴) میں پابند سلاسل غیرت مند مسلمانوں کے وارث سمجھتے تھے، سمجھتے ہی نہیں تھے بلکہ عملاً انہوں نے ہر قسم کی ابتلاء کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہی ہندوستان کی دھرتی پر ان تمام حریت پسندوں کے وارث ہیں اور انہی کے نقش قدم پر چلنے کی احرار نے قسم کھا رکھی ہے۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی کئی تقریروں میں انہی جذبات کا برملا اظہار کیا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ

> ''میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو غدر کہنے والوں کو غدار کہتا ہوں، میرے سامنے انگریز کی تعریف وتوصیف بہت بڑی جسارت ہے۔میں اس دھرتی پر انگریز کا ازلی وابدی دشمن ہوں۔اس لئے کہ اسی انگریز نے ہندوستان کے آخری مسلمان فرماں روا کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔شہزادوں کے سر کاٹ کر اُس کے باپ کے سامنے پیش کئے۔آزاد قبائلی علاقے پر ظالمانہ بمباری کی گیلی پوش کے مقام پر مصطفیٰ کمال پاشا کے ساتھ ہندوستان کے گکھڑوں، ٹوانوں اور نونوں کو لڑایا۔قسطنطنیہ کے بازاروں میں خلیفۃ المسلمین کی بیٹی کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔غلافِ کعبہ کو جلایا، مہدی سوڈانی کو خرطوم کے صدر دروازے پر پھانسی دے کر، اُس کی لاش کو جلایا گیا اور راکھ فضا میں بکھیر دی گئی۔ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر

---

(۴) پہلا مقدمہ انبالہ ۱۸۶۴ء، دوسرا مقدمہ ۱۸۶۵ء، تیسرا مقدمہ راج محل ۱۸۷۰ء، چوتھا مقدمہ مالوہ ۱۸۷۰ء

بمباری کی گئی۔حتیٰ کہ حرم کے کبوتروں کو زخمی کیا گیا۔یہی وہ محرکات ہیں جنہوں نے احرار کو انگریز کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا ہے۔اب قیامت تو آسکتی ہے لیکن کسی احرار کارکن کے دل کے کسی گوشہ میں انگریز کے لئے کبھی نرمی کا تصور بھی پیدا نہیں ہو سکتا''۔

ایسے حالات میں مجلس احرار اسلام اور قادیانیوں کا ملک کے جاگیرداروں، جن کا ایک وافر حصہ مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتوں میں شامل تھا، سے ٹکراؤ ایک یقینی امر تھا۔لہٰذا یہ دونوں اس شدت کے ساتھ ٹکرائے، اس کی گونج رہتے وقت تک صاف سنائی دیتی رہے گی ایک طرف برطانوی استبداد کے تمام تر ظلم وستم ہیں تو دوسری طرف محض اللہ کے بھروسے، عزم کی پختگی، ایثار و قربانی کا جذبہ۔ایک طرف شاہی سطوت و شوکت تو دوسری طرف فقر درویشی کی مستی، کون جیتا، کون ہارا؟ وقت نے اپنا فیصلہ کر دیا ہے اور کہتے ہیں، وقت کا فیصلہ ہی درست اور صحیح ہوتا ہے۔احرار جو ۱۹۱۹ء کی تحریک خلافت میں اپنے سروں پر کفن باندھ کر گھروں سے نکلے تھے، ان کے سامنے پاکستان کی وزارتیں تو نہ تھیں۔اُن سرفروشوں کا صرف ایک ہی مقصد تھا اور ایک ہی منزل کہ انگریز کو ہندوستان کی سرزمین سے نکالو۔ ہندوستان چھوڑتے ہی اقوام عالم سے اس کے اقتدار کا جنازہ نکل جائے گا۔چنانچہ ہندوستان کی آزادی کے بعد ایک ایک کر کے نہ جانے کتنی قومیں انگریزی تسلط سے آزاد فضا میں سانس لے رہی ہیں۔جن کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔آج وہی سلطنت اس قدر سمٹ چکی ہے کہ اب وہاں سورج طلوع نہیں ہوتا۔اس ساری جدوجہد میں احرار کا ایک مرکزی کردار ہے، جس سے کوئی مؤرخ انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں؟

اگرچہ قادیانیت انگریزوں کی ایک سیاسی ضرورت تھی، جس کو سیاست کے محاذ پر بڑی چابک دستی کے ساتھ استعمال کیا گیا۔تاہم اس کا مذہبی پہلو بھی اپنی تمام تر جعل سازی کے باوجود مسلمانوں کی گمراہی کے لئے ایک خطرناک چال تھی۔جس نے مجلس احرار اسلام کو بڑی شدت کے ساتھ قادیانیت کے خلاف اسلام عقائد کے محاسبے کیلئے مجبور کر دیا۔

دین اسلام کے بنیادی ماخذ قرآن اور حدیث ہیں۔قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھی ہے۔یہی سبب ہے کہ جب بھی دشمنانِ اسلام کی جانب سے دین اسلام اور امت مسلمہ کی ملی وحدت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو اس کا بڑی شدت کے ساتھ مقابلہ کیا گیا۔اور دشمنوں کو سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔جہاں اور جب بھی حضور ﷺ کے منصب ختم نبوت کو مجروح کرنے کی کوشش ہوئی تو علماء اور عام مسلمانوں نے پوری قوت کے ساتھ منصبِ ختم نبوت کی حفاظت کرتے ہوئے کامیابی حاصل کی۔اکبر کے''دین الٰہی''(جو سرزمین ہندوستان پر مسلمانوں کے ملی تشخص کو تباہ کرنے کی پہلی سازش تھی) میں بھی یہی صورت تھی۔دراصل ابوالفضل اور فیضی دونوں ایسے حالات پیدا

کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز ومحور حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس نہ رہے، جس کے بعد مسلمانوں کو سیکولرازم کی جانب دھکیلنا یا پھرانہیں گمراہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا۔ (اگر انسان کی نجات کیلئے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لانا ضروری نہیں رہتا۔ جو دین الٰہی کا ایک بنیادی عقیدہ قرار دیا گیا تھا تو پھر حضور سرورِ کائنات ﷺ کی کیا حیثیت واہمیت رہ جاتی ہے۔ آپ کے منصب اور مقام کی جو اہمیت اس وقت مسلمانوں کے دل میں موجود ہے وہ باقی نہیں رہتی اور یہی صورت اس وقت بھی پیدا ہوتی ہے جب حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی تسلیم کرلیا جائے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں) اگر دین اسلام میں ترمیم واضافہ ہوسکتا ہے تو پھر مسلمانوں کی نہ وہ مرکزیت رہتی ہے اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ کا وہ مقام ومرتبہ قائم رہتا ہے۔ جسے ہر حال میں قائم رکھنا دین اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔ اب قیامت تک کیلئے توحید الٰہی پر بھی ایمان لانے کیلئے رسالت محمدی پر ایمان ضروری ہے۔ سیرت کی کتابوں میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ جب آپ ﷺ نے موحدینِ مکہ کے سامنے دین اسلام پیش کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا کہ ہم نے تو یہ سب کچھ پہلے ہی تسلیم کررکھا ہے اور انہی عقائد پر عمل پیرا ہیں۔ اس پر وحی الٰہی کے ذریعے حضور ﷺ سے کہا گیا۔ کہ اے محبوب! ان سے کہہ دیجئے کہ اب ان کی توحید بھی اس وقت تک مستند نہیں ہے۔ جب تک یہ لوگ آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے۔ آپ کی رسالت پر ایمان لانے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ آپ کو رسول تسلیم کرلیا جائے۔ بلکہ رسالت مآب ﷺ کی رسالت میں جو عقیدۂ ختم نبوت موجود ہے، وہ ایک بنیادی تقاضا ہے جس کے بغیر حضور اکرم ﷺ کی رسالت سرے سے مکمل ہی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس ہستی کو وحدہٗ لاشریک نہیں مانتا تو ظاہر ہے ایسا شخص سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا۔ اگر یہی شخص یہ کہے کہ دیکھئے میں اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا ہوں اس کے باوجود مسلمان بھی مجھے مسلمان تسلیم نہیں کرتے تو اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ بھلے مانس اللہ تعالیٰ کو اس طرح تسلیم کرو جس طرح حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک شخص حضور اکرم ﷺ کو رسول تو تسلیم کرتا ہے لیکن آپ ﷺ کی ذات اقدس کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتا اور آپ کے بعد کسی دوسرے کو کسی بھی حیثیت میں نبی مان لیتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ایسا شخص حضور ﷺ پر ایسے ایمان نہیں رکھتا جس طرح حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ایمان لانا چاہیے تھا۔ کیونکہ ختم نبوت کے بغیر حضور ﷺ کا مقام ومرتبہ متعین ہی نہیں ہوتا اور جب تک حضور ﷺ کے مقام ومرتبہ کو تسلیم نہ کیا جائے اُس وقت تک کلام یا پیغام نبوت کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مسیلمہ کذاب بھی حضور ﷺ کو رسول تسلیم کرتا تھا۔ آج بھی تاریخ کے اندر وہ خطوط موجود ہیں جن میں مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کو رسول تسلیم کیا، اس کے باوجود اس کے خلاف فوج کشی ہوئی تو محض اس وجہ سے کہ وہ حضور ﷺ کے مقام ومرتبہ کا انکاری تھا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ ﷺ بھی نبی ہیں اور میں بھی نبی ہوں۔ قادیانیوں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی رسالت کو بنہ ہر ماننے کے بعد آپ کے خاتم النبیین ہونے

کو تسلیم نہیں کرتے کے بعد مرزا قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں، نہ تو حضور ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد تک کسی کو نبی مانتے ہیں اور نہ ہی غلام احمد کے بعد کسی مدعی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ گویا وہ مرزا غلام احمد قادیانی پر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کو عقیدے کا لازمی جزو قرار دیتے ہیں۔ اس طرح منطقی طور پر قادیانیوں نے حضور ﷺ کے مقابلے میں مرزا قادیانی کو آخری نبی کے طور پر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جو صریحاً تعلیمات اسلام کے خلاف بغاوت ہے۔ اور دین اسلام کے خلاف ویسے ہی ایک سازش ہے جس طرح اکبر کا ''دین الٰہی'' اسلام کے خلاف ایک سازش تھی۔ اسی طرح ہندوستان کی سرزمین پر ایک تحریک ''بھگتی'' تحریک کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ بھی اسلام کے خلاف خلاف سازش تھی کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار تو بڑی شدت کے ساتھ تھا، مگر حضور اکرم ﷺ کی رسالت یا پھر ان کی ختم نبوت کا ذکر کہیں موجود نہ تھا۔ ان تمام سازشوں کا مقصد مسلمانوں کی ملی شناخت کو مجروح کرنا اور مسلمانوں سے حضور اکرم ﷺ سے عقیدت کا دامن چھڑانا ہے۔ جس کے بعد سرے سے کوئی مسلمان کہلوانے کا مستحق ہی نہیں رہتا۔ علامہ اقبالؒ نے نظم اور نثر میں اسی بنیادی عقیدے کو اس طرح بیان کیا ہے:

''اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان...... دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجۂ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلام میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں، لیکن انہیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت نہیں مانتے جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کرے گا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کرلیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہو، تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں'' (یہ علامہ اقبالؒ کے اس خط میں سے اقتباس ہے جو ۱۰/جون ۱۹۲۵ء کے روزنامہ ''اسٹیٹسمین'' کے شمارے میں اشاعت پذیر ہوا)

(جاری ہے)

زبان میری ہے بات ان کی

☆ کیبل نشریات کنٹرول کرنے پر یقین نہیں رکھتے۔ (سیکرٹری اطلاعات)

قوم کے ٹیکس سے ۳۵ ہزار روپے ماہوار تنخواہ پاتے ملازم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ قوم کے نوجوانوں کی اخلاقی اقدار کو تباہ کرتا رہے۔

☆ صدارت کے لئے مشرف کی بار بار حمایت کرتے ہیں، خدارا وہ سن لیں۔ (طاہر القادری)

ہائے رے! اقتدار!

☆ بی اے، بی ایڈ نوجوان، چپڑاسی بھرتی ہونے آ گیا۔ (ایک خبر)

بڑوں کے اللّے تللّے چھوٹے جھلّے ای جھلّے

☆ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے بعد ۲۵ ہزار امریکی مسلمان ہوئے۔ (ایک خبر)

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

☆ موسم بہار کی آمد پر محفل موسیقی...... منجانب: کلچرل ونگ روزنامہ ''خبریں''...... تعاون: علی ایسوسی ایٹس (ایک اشتہار)

''محفل موسیقی اور علی ایسوسی ایٹس''...... آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں۔

☆ شکر کریں، بی اے کے ساتھ بی بی کی شرط نہیں۔ (حافظ حسین احمد)

شیخ صاحب گھر سے نکلے اور مجھ سے کہہ دیا آپ بی اے پاس ہیں اور بندہ بی بی پاس ہے

☆ سرکاری گاڑیوں کی گھریلو ڈیوٹیاں جاری...... بیگمات اور بچے سیریں کرتے ہیں۔ (ایک خبر)

کیا پاکستان صرف انہی کے لئے بنا تھا؟

☆ کھر ۱۴ سالہ دوشیزہ پر مر مٹے...... آٹھویں بار دولہا بنے۔ (ایک خبر)

''مصطفیٰ کھر آٹھویں شادی مبارک ہو تمہیں خوبصورت خانہ آبادی مبارک ہو تمہیں

دولہا بھائی، بابا کھر کے پوتے پوتیو! ۱۴ سالہ خوبرو دادی مبارک ہو تمہیں''

☆ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں، حملے جاری رکھیں جائیں۔ (بش)

فلسطینیوں کے قاتل یہودیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

☆ ڈاک لفافے کی قیمت ۵ روپے کرنے کا فیصلہ (ایک خبر)

مجھ میں اب نامہ نویسی کی تب و تاب کہاں ڈاکیا آئے تو اس سے میرا مکتوب نہ مانگ

قیمت و قدر لفافے میں اضافے کی قسم ''مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ''

☆ ادویات کی قیمتوں میں ۱۵ فیصد اضافہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ (وفاقی وزیر)

موت سے پہلے آدمی اِن سے نجات پائے کیوں؟

تم نے ان لوگوں کا کہا مانا......؟

اَطَعْتِ لِآمِرِیْکِ بِصِرْمِ حَبْلِیْ

تم نے ان لوگوں کا کہا مانا جنہوں نے تمہیں میری محبت کی رسی کو کاٹنے کو کہا

مُرِیْهِم فِیْ اَحِبَّتِهِمْ بِذَاکِ

تم ان کے احباء کے بارے میں بھی ان سے یہی بات کہو!

فَهُمْ اِنْ طَاوَعُوْکِ فَطَاوِعِیْهِمْ

اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر تو تم بھی ان کی بات مان لو

وَاِنْ عَاعَاصَوْکِ فَاعْصِیْ مَنْ عَصَاکِ

اور اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں تو پھر اپنی بات ٹھکرانے والوں کی بات ٹھکرا دو

(اصول الشاشی بحث امر)

بات تو سچی کہی......

و اِخْوانٍ تَخِذْ تُهُمْ دُروعاً

کتنے ہی بھائی ہیں جن کو میں نے اپنی ڈھال سمجھا تھا

فکانو اها ولٰکِنْ للاعادی

وہ ڈھال تو ثابت ہوئے مگر میرے دشمنوں کے لئے

وَخِلْتُهُمْ سِهَاماً صَائباتٍ

میرا خیال تھا کہ یہ ٹھیک نشانے پر لگنے والے تیر ثابت ہوں گے

فکانوا ها وَلٰکِنْ فِیْ فُؤٰدی

وہ نشانے پر لگنے والے تیر تو ثابت ہوئے مگر میرا ہی دل ان کا نشانہ ٹھہرا

فقَالو اقَدْ صَفَقْ مِنَّا قُلُوْبٌ

وہ بولے کہ جناب! ہمارا دل بالکل صاف ہے بات تو سچی کہی، مگر ان کا دل

لقد صدقو ا ولکن من وّدَادِیْ

ہماری ہی محبت سے مبرا اور صاف ہے (دیوان حماسہ)

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

دھرتی بپتا

ذلّت ، نکبت اور رسوائی
میری بستی پر ہے چھائی
بھائی کا دشمن ہے اب بھائی
میرے مولا ، تیری دہائی
پنڈت ، پیر اور میر ، مُکھی
سب ہیں مورکھ اور ہرجائی
''سادمرادے'' بستی والے
ہے پردھانوں کی بن آئی
بانجھ ہوئی کیا دھرتی میری؟
بیر جسے نا کوئی مائی!

خادم حسین

''ساتھ ساتھ''

گوپی بھی ناچتی تھی ، کنھیّا کے ساتھ ساتھ
''حبیبی'' تھرک رہا تھا ''حَیّی'' کے ساتھ ساتھ
کہتے ہیں راہِ عشق میں مشکل مقام ہیں
ملاح ڈوب جاتا ہے ،نیّا کے ساتھ ساتھ
ہر شہر میں بنی ہوئی یہ آرٹ کونسلیں
بہنیں بھی محو رقص ہیں بھیّا کے ساتھ ساتھ
لوگوں نے سچ کی راہ میں کانٹے بچھا دیئے
بچھو ، سنپولیے ہیں ، تتّیا کے ساتھ ساتھ
ابنِ زیادِ وقت ہیں اور کوفیانِ عصر
شمعون ، بُش ،ٹونی سے بھیّا کے ساتھ ساتھ

سیدہ رملہ بخاری

عقل کی بات

ارے! اس زمانے کو کیا ہو گیا ہے
بنام حوادث
گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گم ہو چکا ہے
میں دیکھتی ہوں
کہ تیرہ شبی میں
گھنی غفلتوں کو
لوگوں کی بے انتہا نفرتوں کو
نئے سال کی پیش کر کے مبارک
سمجھتا ہے ہم متحد ہو گئے ہیں
مرے لوگو! دیکھو
مری بات سمجھو
یہ دنیا بہت گہرا اندھا کنواں ہے
زمانے کی سنگت سے
اس میں گرو گے
تو اٹھ نہ سکو گے
زمانہ عجب ہے
کہ اسکے پجاری
دو لفظ پڑھ کے
دکھاوے کی خاطر
دیتے ہیں جو درس علم و ہنر کا
مگر وہ نہیں جانتے اسطرح سے
بھرم ٹوٹ جاتا ہے عہد وفا کا
محبت کا الفت کی خوش کن ادا کا
یہ آغاز ہے باہمی چپقلش کا
جو اچھا نہیں
نام کے ہم مسلماں
زبوں حال ہیں
پھر بھی غیروں کے راہ سے گزرتے ہیں ہم
کفر کی طرز پہ زیست کرتے ہیں ہم
لفظ مسلم سے بھی شرم کرتے ہیں ہم
اب سمجھتی ہوں میں
کہ زمانے کا جادو سر چڑھ کے بولے ہے
اچھا نہیں۔۔۔۔ بالکل اچھا نہیں
ہاں! مرے دیس کے
ایسے پیر و جواں باعث فخر ہیں
جن کی کوشش سے یہ سرزمین وطن
شاد و آباد ہے
میرے پرجوش لوگو یہ سوچو ذرا
کتنے ہوں گے ہمارے وطن کے غنیم
ان سے بچ کر رہو
ان کو قابو کر کے چھکتے رہو
آگے بڑھ کر زمانے کو اپنا کرو
پھر یہ پیغام دو
اے عدو! ہیں یہی تیری بربادیاں
اب زمانہ ہمارا ہے ہم اسکے ہیں
اس میں پوشیدہ مومن کی تقدیر ہے
بس یہی عقل و دانش کی تحریر ہے

سید ضمیر جعفری

اقبالؒ سے مکالمہ

دل کے ٹیلی فون پر اک آسمانی کال سے
اتفاقاً ہو گئی ”گل“ حضرتِ اقبال سے

آپ نے فرمایا ”کیا ارض وطن کا حال ہے؟“
عرض کی ”فی الحال تو ہڑبونگ ہے، ہڑتال ہے“

پوچھا ”وہ برش جو دی تھی شہپر شاہین میں“
عرض کی ”شاہین ہے اب امریکنوں کی ”چین“ میں“

بولے ”ملی اتحاد اور نظم اور جہد و یقیں“
عرض کی ”علامہ صاحب! اتنی چیزیں ہیں نہیں“

بولے ”میں نے حرمتِ آئین کی تلقین کی“
عرض کی ”ہم نے اسی شے کی بڑی توہین کی“

بولے ”ماشاء اللہ اب افراط مال و زر میں ہے“
عرض کی ”ہے تو مگر بس لیڈروں کے گھر میں ہے“

بولے ”سنتا ہوں مسلماں نامساواتی ہوا“
عرض کی ”سر! آپ کے بعد اور طبقاتی ہوا“

بولے ”صد افسوس وہ ضرب کلیمانہ نہیں“
عرض کی ”مرشد! ہمیں اب جنگ پر جانا نہیں“

”مرد مومن“ کا بھی پوچھا ”سبز ہے یا زرد ہے“
عرض کی امریکہ کے نزدیک ”دہشت گرد“ ہے

پوچھا جذبہ جو جمال الدین افغانی میں تھا
عرض کی ”کچھ دن تو دیکھا سندھ کے پانی میں تھا“

پوچھا کیا ہیں عالم اسلام کے شام و سحر
عرض کی ”سارا علاقہ مضطرب تا کاشغر“

پوچھا ”ٹھوکر میں تو ہونگی چوٹیاں افلاک کی“
عرض کی ”اب تک تو بس اپنی قبا ہی چاک کی“

منکشف کرنے ہی والے تھے وہ کچھ اسرارِ دین
”گفتگو“ میں دفعتاً گھس آیا اک ”ایف سکسٹین“

کہہ گئے اک بات لیکن عارفانہ شان سے
”کوئی انساں کم نہیں ہے دوسرے انسان سے“

عرض کی ”میرے لیے بھی اک پسندیدہ سخن“
بولے ”تو میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن“

تحدیث نعمت

”ماں کے دودھ، باپ کے خون، استاد کی دعا اور مرشد کی نگاہ نے مجھے بہت ساری چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اللہ نے مجھے اتنا کچھ دے رکھا ہے کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا“۔

(جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

سید کاشف گیلانی

اے رہنمایانِ وطن

عرض کرنا ہے مجھے اہلِ سیاست آپ سے
آپ سے قوم و وطن ہے ملک و ملت آپ سے

آپ پیمانہ ہیں اپنی قوم کے افکار کا
آپ ہیں معیار اپنی قوم کے کردار کا

قوم کی تقدیر کا ہے آپ کے شانوں پہ بار
ملک کی تعمیر کا ہے آپ کے شانوں پہ بار

آپ کے حسنِ تدبر سے وقار ملک ہے
ملک کی طرز سیاست اعتبار ملک ہے

آپ کے سر پر جو اے اہلِ حکومت تاج ہے
درحقیقت یہ ہمارے ووٹ کا محتاج ہے

آپ کو جو قوم نے دی ہے محبت قرض ہے
آپ پر بھی قوم کا قرضہ چکانا فرض ہے

پھول کھِل سکتا نہیں کوئی بھی ڈالی کے بغیر
گلستاں برباد ہو جاتا ہے مالی کے بغیر

جس قدر عُقدے ہیں وا ہو جائیں گے تدبیر سے
آپ کی توقیر ہوگی ملک کی توقیر سے

آپ کے ہاتھوں میں آئی جب زمامِ اقتدار
ہو گئے ہیں آپ بے خود پی کے جامِ اقتدار

ہو سکی جتنی بھی ہم نے کی ستائش آپ کی
وقت یوں کرتا رہا ہے آزمائش آپ کی

آپ نے جو خواب دکھلائے تھے وہ بے سود تھے
دعوے تو بے شک سہانے تھے عمل مفقود تھے

آپ کو کیا یہ سیاست ہے کہ جس پر ناز ہے
آپ کی گندی سیاست کیا کوئی اب راز ہے

امتِ ختم الرسل تقسیم کر ڈالی گئی
حد تو یہ ہے سلطنت دو نیم کر ڈالی گئی

کون ہے جس نے یہ ڈالے بیج ہیں تفریق کے
بند کس نے قوم پر رستے کیے تحقیق کے

قوم نے دولت کمائی تھی جو برسوں ہاتھ سے
لوٹ لی ہے ظالموں نے وہ بھی دونوں ہاتھ سے

ہر مسلماں اپنی دھن میں مست ہے مدہوش ہے
اختلافی مسئلوں میں بے سروپا جوش ہے

اُس پہ صوبوں اور زبانوں کے ہیں جھگڑے رات دن
دیتے ہیں اک دوسرے کو خوب رگڑے رات دن

مولوی صاحب بھی کب اس حال میں خاموش ہیں
کارزارِ زیست میں وہ بھی کفن بردوش ہیں

یوں مسلمانو خدا کا دین بھی خطرے میں ہے
سینؔ اگر خطرے میں ہے تو شینؔ بھی خطرے میں ہے

کیا کسی کو یاد بھی آتا نہیں روزِ حساب — اپنے ان اعمال کا جب سب کو دینا ہے جواب
کیسے جاؤ گے قیامت میں خدا کے سامنے — منہ چھپاؤ گے محمد مصطفیٰ کے سامنے
داغ دی جائیں گے جب سب کی زبانیں آگ سے — نفرتیں پھیلاتی تھیں جو مومنوں میں لاگ سے
ہر ستم گر کو جہنم میں جلایا جائے گا — جو عمل اس نے کیا ہوگا دکھایا جائے گا
آیئے توبہ کریں ہم اپنے بد اعمال سے — جن میں ہم الجھے ہوئے ہیں جانے کتنے سال سے
آیئے وعدہ کریں ہم ایک ہوجائیں گے اب — ہر بدی کو چھوڑ کر ہم نیک ہوجائیں گے اب

عزمِ نو آرائشِ حسنِ چمن کو چاہیے
متحد ہوجائے ہر اہلِ وطن کو چاہیے

۲۸ویں سالانہ **مجلس ذکر حسین** رضی اللہ عنہ کے آڈیو، ویڈیو کیسٹیں دستیاب ہیں

خطاب پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود (پی ایچ ڈی، لندن)

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان

۱۰ محرم ۱۴۲۳ھ / 25 مارچ 2002ء

قیمت آڈیو کیسٹ مع ڈاک خرچ: -/85 روپے

قیمت ویڈیو کیسٹ مع ڈاک خرچ: -/250 روپے

صدائے احرار، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن سپیئر پارٹس تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

امریکہ سمیت دنیا کی کوئی طاقت قادیانیوں کو مسلمان قرار نہیں دلوا سکتی

اسلامی سزاؤں کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے

اقوام متحدہ کے خود ساختہ اور نام نہاد انسانی حقوق کے چارٹر پر نہیں

(جامع مسجد احرار چناب نگر میں ''شہداء ختم نبوت کانفرنس'' سے قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب)

چناب نگر (۷ رمارچ) تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ۲۴ ویں سالانہ دوروزہ ''شہداء ختم نبوت کانفرنس'' جامع مسجد احرار چناب نگر میں ہوئی۔ تحریک ختم نبوت کے ممتاز رہنما اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ سمیت دنیا کی کوئی طاقت قادیانیوں کو مسلمان قرار نہیں دلوا سکتی۔ شہداء ختم نبوت کے وارث ابھی زندہ ہیں۔ جن لوگوں نے ناموس رسالت (ﷺ) کے نام لیواؤں پر ۵۳ء میں گولیاں برسائیں اور نہتے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے، ان کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ انہی شہداء کے خون بے گناہی کے صدقے مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ علماء حق اور اکابر احرار نے انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام قادیانی کے خبثِ باطن کو طشت از بام نہ کیا ہوتا تو پورا ملک ارتداد کی لپیٹ میں ہوتا۔ ہم نے پاکستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے اور ملک کو کمزور کرنے والی سازشوں کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت (ﷺ) کی سزا کا قانون اور قادیانیت کے خلاف اقدامات پارلیمنٹ نے پاس کئے جو صرف مذہبی حلقوں کا مطالبہ نہیں بلکہ پاکستان کے عوام کی غالب اکثریت کے دل کی آواز بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف میں ہمت ہوتی تو امریکی ایوان نمائندگان کے سامنے صحیح صورت حال رکھتے لیکن وہ اس ہمت کی جرأت نہ کر سکے۔ ہم پوری قوت سے اس قرار داد کو مسترد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلامی سزاؤں کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے۔ اقوام متحدہ کے خود ساختہ اور نام نہاد انسانی حقوق کے چارٹر پر نہیں۔ انہوں نے کہا محسن انسانیت (ﷺ) کی توہین کا حق مانگنے والے انسانیت کی تذلیل کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خوف وہراس کی فضا پیدا کر کے امریکی ایجنڈے کی تکمیل کیلئے حقِ نمک ادا کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ روشن خیالی اور ترقی پسندی کے نام پر پی ٹی وی کو عریانی وفحاشی اور بدکاری کا سمبل بنا دیا گیا ہے، قومی اور دینی واخلاقی اقدار کو پامال کرنے پر کسی معذرت کی بجائے ناپسندیدہ پروگرام نہ دیکھنے کا مشورہ دے کر دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کی حدود بھی پھلانگی جا رہی ہے۔

سب سے زیادہ مسلمان دہشت گردی کا شکار ہیں (عبداللطیف خالد چیمہ)

مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ سب سے زیادہ مسلمان دہشت گردی کا شکار ہیں، ہمارے شہری و مذہبی حقوق اور شخصی آزادی تک سلب کی جا رہی ہے۔ اقتدار اور طاقت کے نشے میں

فرعون و نمرود کا کردار ادا کرنے والی قوتیں اُن کے انجامِ بد کو بھی یاد رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں سمیت منکرین ختم نبوت کے کسی گروہ کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اپنے کفر و ارتداد کو اسلام کے نام پر پھیلائیں۔ سول اور فوج بیوروکریسی نے ملک کے جغرافیے کو تباہ کیا، اب نظریاتی تشخص کی تباہی کے درپے ہیں۔ یہ وقت حوصلے کے ساتھ کام کرنے کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملکی سلامتی کے حوالے سے کلیدی اور حساس عہدے منکرین جہاد قادیانیوں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ جنرل مشرف کے اردگرد خطرناک اور سکہ بند قادیانیوں نے گھیرا تنگ کیا ہوا ہے۔ بیرونی سفارت خانوں کے ذریعے قادیانیت اور لادینیت پھیلائی جا رہی ہے۔ سرکاری وسائل کو اسلام دشمنی اور این جی اوز پروری کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ پاکستان دفاع کونسل پنجاب کے رابطہ سیکرٹری قاری محمد یوسف احرار نے کہا کہ خدا کا فطری قانون ہے کہ کوئی شخص ہمیشہ دھوکہ نہیں دے سکتا۔ پاکستان کو اسلام کے نفاذ پر حاصل کیا گیا تھا اور قوم اسلام کے سوا کسی بھی ترک ازم، سیکولرازم، لبرل ازم یا بوہری سلسلے کو قبول نہیں کرے گی۔ میاں محمد اویس نے کہا کہ امریکہ اس خطے میں مستقل قیام کے لئے آیا ہے، جس کی خشتِ اوّل ہمارے حکمرانوں نے افغانستان کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے رکھی جس کے مضمرات اب کھل کر سامنے آ رہے ہیں۔ محمد عمر فاروق نے کہا کہ انسانی حقوق کی امریکی رپورٹ اور قادیانیوں کی رپورٹ کا بیک وقت اجراء پاکستان کے وجود کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی مذہب دشمن پالیسیوں سے ملک و قوم کی شدید خطرات لاحق ہیں۔ مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام بھی امریکی ایجنڈے اور پاکستانی حکومت کی کمزور سفارت کاری کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ تمام عالم اسلام کو ایک مشترکہ فورم پر اکٹھا کر کے بھارت کے ساتھ اقتصادی اور سیاسی سطح پر بائیکاٹ کرایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ناصر عبدالحکیم عرف ناصر قادیانی نے عیسائی کے روپ میں جو کھیل رچانا چاہا۔ چناب نگر پولیس نے بروقت کارروائی کر کے اسے ناکام بنا دیا، اس کے بعد سب کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ قادیانی ملک میں کس طرح فسادات کروانا چاہتے ہیں۔

طالبان نے امریکی سپر طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تاریخ میں امر ہو گئے

(حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

چناب نگر (۸؍مارچ) مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام سالانہ دو روزہ ''شہداء ختم نبوت کانفرنس'' کے مقررین نے کہا ہے کہ لاہوری، قادیانی مرزائیوں کو ملکی مفاد میں عام کافر تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ اسلامی قانون کے اعتبار سے قادیانی مرتد کی ذیل میں آتے ہیں۔ حکومت یاد رکھے کہ قادیانیوں کی سرپرستی اسے لے ڈوبے گی۔ شہداء ختم نبوت کا مشن رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ ہماری منزل اسلام کو بطور نظام حیات نافذ کرنا ہے اور اس کیلئے جدوجہد جاری رکھنا ہی ہماری کامیابی ہے۔ مرزا غلام قادیانی کی گمراہی و ارتداد سے امت مسلمہ کو بچانا شریعت محمدیہ ﷺ کا تقاضا ہے۔ مجلس احرار اور تحفظ ختم نبوت لازم و ملزوم ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی زیر صدارت کانفرنس کے

آخری روز خطاب کرتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے کہا کہ طالبان نے امریکی سپر طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تاریخ میں امر ہوگئے۔ طالبان حق کے داعی اور مبلغ ہیں۔ تاریخ ان کے کردار اور ایثار کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے، شہداء ختم نبوت نے عقیدے کی حفاظت کا حق ادا کیا۔ قادیانیت کے سد باب کے لئے مجلس احرار اسلام کی جدو جہد کو سلام پیش کرتا ہوں۔

موجودہ حکومت کے دور میں قادیانیوں کا سرگرم عمل ہو جانا کسی بڑے خطرے کا الارم ہے

(پروفیسر خالد شبیر احمد)

مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ موجودہ حکومت کو ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین میں شامل اسلامی دفعات کو ختم کرنے کا کوئی آئینی و قانونی جواز حاصل نہیں۔ مخلوط انتخابات کا اعلان اور لبرل ازم کو فروغ دینے کی باتیں قادیانی لابی اور دین دشمن عناصر کے گٹھ جوڑ کا شاخسانہ ہے، جسے امریکی سامراج کی مکمل آشیر باد حاصل ہے۔ موجودہ حکومت کے دور میں قادیانیوں کا سرگرم عمل ہو جانا کسی بڑے خطرے کا الارم ہے۔ دینی حلقوں کو اس کا ادراک کرنا چاہیے اور عقیدہ ختم نبوت کی قدر مشترک پر اکٹھے ہو جانا چاہیے۔ حکومت کی بلا جواز آزادی نے لادینی طبقہ بالخصوص قادیانیوں کو پالیسی ساز اور اہم ترین اداروں میں کھل کھیلنے کا موقع دیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کا منشور ہمارے عقیدے کے برعکس ہے (مولانا زاہد الراشدی)

پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ اقوام متحدہ کا منشور ہمارے عقیدے کے برعکس ہے۔ مسلم ممالک کو اقوام متحدہ کے منشور میں تبدیلی کے مطالبے کو منظم کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا قرآن وسنت کے مقابلے میں اقوام متحدہ تو کجا پوری دنیا کو بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔ ہم اپنے عقیدے سے ہرگز دستبردار نہیں ہو سکتے، عقیدے کے ساتھ بے لچک وابستگی میں ہی زندگی کا راز ہے۔ انہوں نے کہا کہ بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے قرآن وسنت اور اجماع امت کے احکام سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور انہیں غیر مسلم اقلیت کے طور پر ملک میں قبول کرنے کا مؤقف دراصل علماء کرام اور دینی حلقوں کا نہیں تھا کیونکہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسوہ کے مطابق نبوت کے جھوٹے دعویدار کا اصل علاج جو مرتد کی شرعی سزا کا عملی نفاذ ہے۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات قاری شبیر احمد عثمانی نے کہا کہ شہداء ختم نبوت کے نصب العین پر چلنا ہی ہمارا مشن ہے۔ قادیانیت کے ناسور کے خاتمے تک ہماری جدو جہد جاری رہے گی۔ ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے بھی خطاب کیا۔

کانفرنس میں منظور کی گئی قرار دادیں

☆ آل پاکستان شہداء ختم نبوت کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پاکستان کو درپیش داخلی و خارجی مسائل و مشکلات میں بصیرت وتدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوررس پالیسیاں تشکیل دے جو بیرونی اثرات اور دباؤ سے آزاد ہوں اور قومی حمیت اور وقار کی ترجمان ہوں۔ تاکہ پاکستان کی آزادی وخود مختاری کو کوئی گزند نہ پہنچائے بغیر وطن عزیز کا وقار اور اس کی سلامتی برقرار رہے۔

☆ یہ اجتماع ملک میں امن وامان کی نازک صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ حکمران پاکستان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنائیں اور ملک میں بڑھتے ہوئے لاقانونیت کے رجحان پر قابو پاکر عوام کو سکون و اطمینان کی فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کریں۔

☆ یہ اجتماع روز افزوں مہنگائی کو غریب عوام کی زندگی کے لئے اجیرن سمجھتے ہوئے اشیاء خورد ونوش کی گرانی پر قابو پانے کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ عوام جسم وجاں کا رشتہ برقرار رکھ سکیں اور ذخیرہ اندوزوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہ سکیں۔

☆ یہ اجتماع وطن عزیز میں سیاسی و آئینی خلفشار کو حکام کی شعوری کوششوں کا نتیجہ خیال کرتا ہے اور ملک کو درپیش آئینی و دستوری بحران کا قابل حل تلاش کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے پنجاب ہائیکورٹ بار کونسل کی آئین کی بحالی منظور کردہ قرارداد کی مکمل تائید کا اعلان کرتا ہے۔

☆ مجلس احرار اسلام کا یہ اجتماع امریکی ایوان نمائندگان کی اس قرارداد کا انتہائی شدت سے مذمت کرتا ہے جس میں پاکستانی قوانین بھی قانون توہین رسالت ﷺ اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی آئینی ترمیم کو واپس لینے کیلئے کہا گیا ہے۔ اجتماع حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ امریکی ایوان نمائندگان کی اس جسارت پر بھرپور مذمت کرے۔

☆ یہ اجتماع پاکستان کے اندر امریکی اثر ورسوخ کے بڑھتے ہوئے رجحان پر شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے اور اسے پاکستان کے اقتدار اعلیٰ اور ریاست کے اندرونی معاملات میں صریحاً مداخلت تصور کرتا ہے جسے کوئی بھی محب وطن پاکستانی برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ اندریں حالات یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پاکستان کو امریکی اثر ونفوذ سے محفوظ رکھ کر ملک کی آزادی، خود مختاری کو یقین بنائے اور قومی غیرت وحمیت کے منافی کسی بھی اقدام سے احتراز کرے۔

☆ یہ اجتماع ہندوستان میں بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کی شدید مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھارتی درندوں کے اس گھناؤنے جرم پر ہندوستان سے اپنے سفارتی اور تجارتی تعلقات کے خاتمے کا اعلان کرے اور بیرون ملک وفود بھیج کر دنیا کو بھارتی حکمرانوں کے مکروہ کردار کا اصل چہرہ دکھا کر اس قتل عام کو بند کرائے۔

☆ یہ اجتماع فلسطین، چیچنیا، کشمیر، ہندوستان اور افغانستان کے مسلمانوں سے گہری یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے کفریہ قوتوں کے مظالم کی شدید مذمت کرتا اور ان خطوں کے مظلوم مسلمانوں کو اپنی تمام تر اخلاقی اور سیاسی حمایت کا یقین دلاتا ہے۔

☆ یہ اجتماع مولانا اعظم طارق اور مولانا فضل الرحمٰن سمیت تمام قائدین اور کارکنوں کی فوری رہائی اور ان کے خلاف دائر کردہ تمام

مقدمات کی بلا تاخیر واپسی کا مطالبہ کرتا ہے۔

☆مجلس احرار اسلام کا یہ اجتماع ملک کے اندر آزادی نسواں کے نام پر عریانی وفحاشی کے پھیلاؤ پر انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے اور ملک میں شراب نوشی، رقص وسرود کی تقریبات، تھیٹر کے پردے میں مکروہ سرگرمیوں اور جوئے اور منشیات کے بلا روک ٹوک کاروبار جیسے مکروہ دھندوں کو نوجوان نسل کی بربادی کا باعث قرار دیتا ہے اور ایسی مذموم سرگرمیوں کے جاری رہنے کو ملک وقوم کے اخلاقی زوال اور معاشرتی تباہی کا ذریعہ اور سبب سمجھتا ہے اور حکام بالا سے ایسے مکروہ افعال کی بیخ کنی کا بھرپور مطالبہ کرتا ہے

صحابہؓ کی اتباع میں امتِ مسلمہ کے اتحاد کی ضرورت ہے

حادثہ کربلا کے بعد بھی بنو ہاشم اور بنوامیہ میں تعلقات اور رشتہ داریاں قائم ہوتی رہیں

(مجلس ذکر حسینؓ سے علامہ خالد محمود، عبداللطیف خالد چیمہ ودیگر کا خطاب)

ملتان (۲۵ / مارچ) دار بنی ہاشم میں ۲۸ ویں سالانہ "مجلس ذکر حسینؓ" سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ممتاز مذہبی سکالر علامہ خالد محمود (لندن) نے کہا ہے کہ صحابہؓ کی اتباع میں امتِ مسلمہ کے اتحاد کی ضرورت ہے۔ امت متحد ہوگئی تو کفر خود بخود راستے سے ہٹ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام کے صحابہؓ میں معروضی مسائل پر تو اختلاف ہوا لیکن اسلام کے بنیادی عقائد میں وہ سب ایک تھے۔ انہوں نے اختلاف کو اختلاف کی حد تک رکھ کر باعثِ رحمت بنایا اور اختلاف کو نزاع بنا کر امت میں تفرقہ پیدا نہیں کیا۔ ڈاکٹر خالد محمود نے کہا کہ دین اسلام صحابہؓ کی متاعِ عزیز تھا۔ نبی اکرم ﷺ خود دین تھے اور آپ کے فرامین و اعمال شریعت ہیں۔ لیکن دین صحابہؓ پر مکمل ہوا۔ نبی علیہ السلام کے تربیت یافتہ صحابہ کی جماعت میں ہمیشہ رشتۂ محبت ومودّت قائم رہا اور حادثہ کربلا کے بعد بھی بنو ہاشم اور بنوامیہ میں تعلقات اور رشتہ داریاں قائم ہوتی رہیں۔ انہوں نے اپنے قول اور عمل سے امت میں اتحاد اور جوڑ پیدا کیا۔ سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کر کے امت مسلمہ کو متحد کیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ علامہ خالد محمود نے کہا کہ موجودہ حالات میں سیدنا حسینؓ اور سیدنا حسنؓ کے طرز عمل کو اپنا کر امت مسلمہ کو جوڑنے اور متحد کرنے کی ضرورت ہے۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ہم فرقہ واریت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام فرقہ وارانہ جماعت ہرگز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن وسنت ہمارے ہتھیار ہیں۔ ہم جان تو قربان کر سکتے ہیں مگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں فرقہ واریت کو قادیانی گروہ پروان چڑھا رہا ہے۔ حکومت قادیانیوں سے ہمدردی کرنے کی بجائے ہم سے قادیانیوں کی ملک دشمن اور دین دشمن سرگرمیوں کے ثبوت مانگے ہم ہر فورم پر پیش کرنے کیلئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکی مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے۔ حالانکہ پوری دنیا میں مسلمان امریکہ کی دہشت گردی کے شکار ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ ظالم، جارح اور دہشت گرد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے غرور کو جلد خاک میں ملائیں گے۔ مجلس ذکر حسین سے مولانا محمد مغیرہ نے بھی خطاب کیا اور مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے صدارت کی۔

حسنِ انتقاد

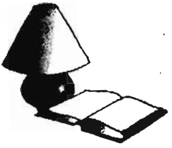

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

مدیر

''اے نیو ماڈل فار ہیلتھ اینڈ ڈیزیز''

مصنف: ڈاکٹر جارج وتھولکس، مترجم: ہومیو ڈاکٹر ملک محمد مسعود یحییٰ

قیمت: 150 روپے ، ملنے کا پتا: ہومیو پیتھک فرٹیلیٹی کلینک مین بازار جوہر آباد ضلع خوشاب

ہومیو پیتھک طریقہ علاج سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ڈاکٹر جارج وتھولکس کا نام ہرگز غیر متعارف نہیں ہے۔ عظیم یونانی مفکر جارج وتھولکس عہد موجود میں ہومیو پیتھی کی اقلیم کا بے تاج بادشاہ ہے۔ انجینئرنگ سائنس سے متعلق ہونے کے باوجود وتھولکس کا ہومیو پیتھی سے عشق ہی اسے دنیا بھر میں شہرت سے ہمکنار کرنے کا باعث بنا۔ نتیجہ یہ کہ اسکی بلند پایہ کتب چونسٹھ سے زائد ملکوں میں پڑھی جا رہی ہیں۔ یورپ جہاں معالج ایم۔ ڈی یا اس کے مساوی ڈگری رکھنے پر ہی اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر کا لفظ استعمال کرسکتا ہے۔ وہاں یہ عظیم ہستی اس شرط سے بھی مستثنیٰ قرار دے دی گئی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''اے نیو ماڈل فار ہیلتھ اینڈ ڈیزیز'' جارج وتھولکس کی شہرۂ آفاق کتب میں سے ایک ہے۔ جسے ہومیو ڈاکٹر ملک محمد مسعود یحییٰ نے اردو کے قالب میں ڈھال کر اردو قارئین کو شرمندۂ احسان کیا ہے۔ یہ کتاب تین نقاط کے گرد گھومتی ہے کہ (۱) مروجہ ریلو پیتھک ادویات امراض کو روکنے اور شفایاب کرنے میں نام کم ثابت ہوئی ہیں جیسے تفصلاً اور با حوالہ ثابت کیا گیا ہے (۲) قارئین کے سامنے صحت اور مرض کا نیا ماڈل پیش کیا گیا ہے۔ جس میں فطری قوانین پر بحث کر کے بہترین ادویات سے متعارف کرایا گیا ہے (۳) ہومیو پیتھک طریقہ علاج کا بھرپور انداز میں تعارف پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی دیگر مصنفین کی کتب پر اپنی برتری رکھتی ہے کہ اس میں فاضل مصنف نے جدید طبی زبان میں اور سیکڑوں کتب و جرائد سے حوالے دے کر ایلو پیتھک کا رد کیا ہے۔ اور ہر ہر صفحے پر فتح و کامرانی کے نقش ثبت کیے ہیں۔ کتاب پڑھ کر ہمیں مرد احرار، حکیم انقلاب ڈاکٹر صبر ملتانی'' (بانی نظریہ مفرد اعضاء) یاد آ گئے۔ جو اپنی ہر کتاب میں چیلنج کے ساتھ یہ جملہ بالتواتر لکھا کرتے تھے کہ ''ایلو پیتھک غیر فطری اور ان سائنٹیفک طریقہ علاج ہے''۔ مختصر یہ کہ کتاب ہذا علم کے متلاشیوں کے لیے چشمیہ صحافی ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد مسعود یحییٰ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے انتہائی سلیس اور رواں دواں ترجمہ کر کے اپنی زبان آوری اور ترجمہ نگاری کی مہارت کا ثبوت بھی فراہم کیا ہے اور ہومیو پیتھک کی ترویج و اشاعت میں قابل قدر کردار بھی انجام دیا ہے۔

مثالی بچپن: مرتب: محمد اسحٰق ملتانی

ضخامت: ۲۳۲ صفحات، قیمت: ندارد

ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا انسانی زندگی کے مختلف مراحل ہیں۔ موت کا ایک وقت معین ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر انسان زندگی کے ان تمام مراحل سے گزرے۔ حیات دنیوی کا سفر کسی بھی مرحلے پر مکمل ہو سکتا ہے۔ زندگی کی یہ بہاریں اور کیفیات یقیناً اللہ جل شانہ کی نعمتیں ہیں اور ان کی قدر و منزلت کو شعوری طور پر پہچاننا ایک مومن و مسلم کے ایمان کا تقاضا ہے۔ بچپن، تعلیم و تربیت اور اصلاح کا دور ہے لوحِ دل اور آئینۂ دماغ شفاف اور سادہ ہوتے ہیں۔ معصومیت کی اس عمر میں افکار و خیالات، احساسات اور اعمال پر جو نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں وہ بڑھاپے تک قائم رہتے ہیں۔ اور شخصیت کی تعمیر و اصلاح میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اللہ بھلا کرے حافظ محمد اسحاق ملتانی صاحب کا جنھوں نے اپنی مرتبہ کتاب ''مثالی بچپن'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اولیا، علما اور صالحین کے بچپن کے مثالی واقعات کو نہایت خوبصورتی سے مرتب کیا ہے۔ فسق و فجور سے لتھڑے ہوئے معاشرے میں اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے تا کہ ہمارے بچے اول فول اور واہی تباہی قسم کا لٹریچر پڑھنے کی بجائے مثبت اور تعمیری تحریروں کو پڑھ کر ملک و قوم اور دین کے بہترین خادم بنیں۔

مشاہیر عالم اور ان کا سفرِ آخرت

مرتب: مولانا محمد ازہر

ضخامت: 150 صفحات قیمت: ندارد

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

موت اور زندگی دونوں اللہ حیی و قیوم کی باکمال نعمتیں ہیں۔ ان سے حقیقی فائدہ وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو خالق کی مرضی اور حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ زندگی، خالق کی طرف سے مہلت ہے۔ عمل صالح، اپنے لغزشوں اور کوتاہیوں پر توبہ و استغفار نہ صرف زندگی کو پر بہار اور پر کیف بنا دیتے ہیں بلکہ آخرت کی دائمی زندگی کو بھی مسرتوں سے معمور کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس شیطان کے نقوشِ قدم پر چلنے والوں کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں فاضل مرتب نے بڑی محنت اور سلیقے سے انبیاءَ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صلحائے امت، عامۃ المسلمین اور معروف غیر مسلم شخصیات کے آخری کلمات اور کیفیات کو درج کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے آخری لمحات اور کلمات پڑھ کر اصلی گھر جنت کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اور غیر مسلموں کے آخری لمحات عبرت اور توبہ کا باعث بنتے ہیں۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن سپیئر پارٹس تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

مسافرانِ آخرت

☆ **حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ:** پاکستان کی ممتاز علمی وروحانی شخصیت حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی ۱۹رفروری ۲۰۰۲ء کو کراچی میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے قابلِ فخر شاگرد تھے۔ بھارت کے قصبہ سلیم پور کے ممتاز علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ خاندان کا روحانی تعلق خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے تھا۔ کراچی اور سندھ کے مختلف مدارس میں تدریس انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں کراچی میں ''دارالافتاء والارشاد'' قائم کیا۔ دم واپسی تک اسی ادارہ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ تعلیم وتربیت ،تزکیہ، اصلاح عقائد واعمال، رفاعی خدمت اور جہاد اُن کی زندگی کے خاص موضوعات اور اہداف تھے۔ عمر بھرانہی عنوانات پر شاندار خدمات انجام دیں۔ خاص طور پر اُن کی جہادی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ''دارالافتاء والارشاد''، ''الرشید ٹرسٹ'' ہفت روزہ ''ضرب مؤمن'' اور روزنامہ ''اسلام'' اُن کی یادگاریں اور عظیم الشان ادارے ہیں۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، نائب امیر چودھری ثناء اللہ بھٹہ، ناظم اعلیٰ پروفیسر خالد شبیر احمد، ناظم نشر واشاعت عبداللطیف خالد چیمہ، مدیر نقیبِ ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس اور دیگر رہنماؤں نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال پر اُن کے تمام اعزہ وپسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے اور مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، درجات بلند فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

☆ **مولانا محمود الحسن توحیدی رحمہ اللہ:** جامع مسجد امیر حمزہ گورو نانک پورہ، فیصل آباد کے خطیب اور مدرسہ محمودیہ ومسجد ابوبکر صدیق راولپنڈی کے بانی ومتولی مولانا محمود الحسن توحیدی ۷ارفروری ۲۰۰۲ء کو اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ مرحوم، مولانا عبدالستار توحیدی رحمہ اللہ کے فرزند اکبر اور جانشین تھے۔ تحریکِ آزادی کے رہنما مولانا مفتی عبدالحی رحمہ اللہ (آف بھوئی گاڑ) کے داماد اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت حاجی فقیر محمد رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ راولپنڈی اور فیصل آباد میں انہوں نے اور ان کے خاندان نے بے مثال دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔ مولانا مرحوم کے بڑے فرزند محمد قاسم توحیدی کو اُن کا جانشین مقرر کیا گیا ہے۔ ابن امیر شریعت، قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور مجلس کے تمام اکابر نے مولانا کے انتقال پر گہرے غم کا اظہار کرتے ہوئے اُن کیلئے دعاء مغفرت کی ہے اور اُن کے اہل وعیال سمیت تمام پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے۔ مولانا مرحوم، حضرت قائد احرار کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے نیز تمام لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

☆ **قاری ظفر الحق صاحب رحمہ اللہ:** شہداء مسجد شہید گنج سکھر کے خطیب محترم قاری ظفر الحق صاحب ۵/ مارچ ۲۰۰۲ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم ہمارے دیرینہ کرم فرما تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے استاذ حضرت مولانا محمد دین غریب امرتسری رحمہ اللہ کے خاندان میں سے تھے۔ استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کے قابل فخر شاگرد تھے۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ سے بہت محبت کرتے تھے، اُن کے ساتھ مثالی تعلق تھا۔ خانوادۂ امیر شریعتؒ سے اُنس تھا اور مجلس احرار اسلام کے معاون تھے۔ بیس برس سے زائد عرصہ سے قرآن کریم کی تعلیم و تدریس میں مصروف تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، اُن کے بھائی مولانا احسان الحق اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

☆ **مولانا نازبیر احمد مرحوم:** مہتمم جامعہ مدنیہ، بہاول پور، انتقال ۲۴ / جنوری ۲۰۰۲ء

☆ **اللہ بخش مرحوم:** مدرسہ معمورہ، مسجد طوبیٰ، ملتان کے مدرس حافظ محمد سعید کے چچا، انتقال ۳/ مارچ ۲۰۰۲ء

☆ **محمد الیاس چیمہ مرحوم:** چیچہ وطنی میں ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ اور محمد آصف چیمہ کے عم زاد، عبداللطیف خالد چیمہ کے عزیز اور ہمارے مرکز دار العلوم ختم نبوت کے معاون بھائی محمد الیاس چیمہ ۲/ مارچ کو انتقال فرما گئے۔

☆ **والدہ مرحومہ مولانا عبدالستار:** ساہیوال میں ہمارے مہربان اور مرکزی جامع مسجد عید گاہ ساہیوال کے خطیب مولانا عبدالستار کی والدہ ماجدہ ۱۶/ مارچ کو انتقال فرما گئیں۔

چیچہ وطنی میں ہمارے دیرینہ مہربان شیخ عبدالغنی صاحب کی والدہ ماجدہ گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام ارکان مرحومین کی مغفرت کے لئے دعاء کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ایصال ثواب اور دعا مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان / ۲۵۔ اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

الداعی: سید محمد کفیل بخاری، ناظم، مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061-511961

دور جدید کی اعلیٰ فینسی ورائٹی کا مشہور مرکز

عمر فاروق ہارڈوئیر پینٹس اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل، گورنمنٹ کے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار ڈیرہ غازی خان فون: 0640-462483

جام شیریں فیملی

جو پیئے اِسی کا ہو جائے

Monthly *Multan*

NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT

Regd. M.No, 32 Ph:061-511961

چوبیسویں ۲۴ سالانہ یک روزہ

سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

جامع مسجد احرار چناب نگر ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

زیر صدارت

ابنِ امیر شریعت، قائد احرار، حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

قائدین احرار بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ عقیدت و محبت پیش کریں گے

پروگرام بعد نمازِ فجر: درس قرآنِ کریم ۱۰ بجے صبح تا ظہر: تقاریر

جلوس حسبِ سابق بعد نمازِ ظہر سرخ پوشانِ احرار کا فقید المثال جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماءِ احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے۔

شعبہ نشر و اشاعت: **مجلس احرار اسلام پاکستان**

رابطہ: چناب نگر 04524-211523 ملتان: 061-511961 لاہور: 042-5865465 چیچہ وطنی: 0445-482253